اُصولِ تحقیق
اور
مصادرِ فقہیہ کا اِجمالی تعارف

تالیف

مُفتی مسعود الرحمن صاحب

ترتیب واضافہ

مُفتی ابوبکر احسان کاکاخیل صاحب

متخصص دارالعلوم کراچی

دارالافتاء والتحقیق انوارالحرمین

محلہ گلزار آباد کورغ روڈ مردان

اُصولِ تحقیق
اور
مصادرِ فقہیہ کا اِجمالی تعارف

تالیف
مُفتی مسعود الرحمٰن صاحب

ترتیب واضافہ
مُفتی ابوبکر احسان کاکاخیل صاحب
متخصص دارالعلوم کراچی

دارالافتاء والتحقیق انوارالحرمین
محلہ گلزار آباد کورغ روڈ مردان

فہرست مضامین

باب اول 4

اصول تحقیق کی تعریف 4

تحقیق کی اہمیت: 6

تحقیق کے اقسام 7

مصادر کے اعتبار سے تحقیق کے اقسام 7

منہج کے اعتبار سے تحقیق کے اقسام 8

تحقیق کے عناصر 9

محقق کے اوصاف 11

نگران کے اوصاف 13

باب دوم 14

مقالہ کا تعارف 14

مقالہ نگاری کے مراحل 15

پہلا مرحلہ 15

انتخاب موضوع 15

انتخاب موضوع کے ذرائع 15

اچھے موضوع کی شرائط 15

عنوان کے الفاظ 16

دوسرا مرحلہ 18

خاکہ تحقیق کی تیاری 18

خاکہ کی اہمیت 19

خاکہ بنانے کے فوائد 19

خاکہ کے اجزاء ترکیبی 19

تیسرا مرحلہ 21

مصادر و مراجع کی تحدید 21

چوتھا مرحلہ 22

علمی مواد کی جمع آوری 22

پانچواں مرحلہ 22
مقالے کی تسوید و تحریر 22
چھٹا مرحلہ 22
مقالے کی حوالہ بندی 22
حاشیہ بندی 23
شرح اور حاشیہ میں فرق: 23
حوالہ دینے کا طریقہ 24
حوالہ جات کی ترقیم کا طریقہ 24
حوالہ دینے کے طرق 24
قرآن مجید کے کسی آیت کا حوالہ: 24
حدیث کا حوالہ: 24
فقہ وغیرہ کی کتاب کا حوالہ: 25
دوبارہ ذکر ہونے والے مراجع کا حوالہ 25
مصادر و مراجع کی فہرست 25
مصادر کی درجہ بندی 26
مقالہ کے عناصر 27
باب سوم 29
رموز او قاف اور ان کے استعمال کے اصول 29
اصولِ استعمال 30
باب چہارم 36
اُصول املا 36
اردو سے متعلق: 36
اردو املا کے چند ضروری اصول و قواعد 36
اصول املاء عربی سے متعلق: 38
ہمزہ اور الف کے قواعد 39
لام شمسیہ اور قمریہ کے قواعد 43
لام سے متعلق مزید چند قواعد 43

تاءِ مربوطہ کے قواعد 44
تاءِ مبسوطہ کے قواعد 45
تنوین نصبی کے قواعد 46
یاء(ی) کا قاعدہ 47
اردو میں تذکیر و تانیث کے بعض قواعد 47
تانیث: 47
تذکیر: 48
املا کی بعض غلطیوں کی نشان دہی 49
املا کی بعض مشہور غلطیاں 50
باب پنجم 51
مذاہب اربعہ کے کتبِ فقہیہ 51
کتب فقہیہ حنفیہ 51
کتب فقہیہ حنفیہ کی ترتیب پر ایک طائرانہ نظر 51
کتبِ فقہ کا تعارف 53
فقہِ حنفی کے متون 57
شروح کتبِ فقہِ حنفیہ 59
فتاوی و واقعات 67
متفرقات 76
منتخب اردو فتاویٰ کا تعارف 87
کتب مالکیہ کا تعارف 97
متونِ مالکیہ 97
کتب شوافع کا تعارف 102
متونِ شوافع 102
کتب حنابلہ کا تعارف 108
متون حنابلہ 108

باب اول

اصول تحقیق کی تعریف

اصول تحقیق کی دو تعریفیں کی گئی ہیں: تعریف اضافی اور تعریف لقبی۔

تعریف اضافی:

اس سے مراد وہ تعریف ہے، جس میں مضاف اور مضاف الیہ کی الگ الگ تعریف کی جائے، مثلا اصول کی الگ اور تحقیق کی الگ۔

تعریف لقبی:

اس سے مراد وہ تعریف ہے جس میں مضاف اور مضاف الیہ کی ایک ساتھ تعریف کی جائے۔

اصول کی لغوی تعریف:

اصول اصل کی جمع ہے اور اصل کہتے ہیں: مايبتنى عليه غيره کو، یعنی جس پر کسی چیز کی بنیاد رکھی جائے۔

اصول کی اصطلاحی تعریف:

اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

القواعد التي لو توهمت مرتفعة لا رتفع بارتفاعها سائره لذلك[1]

یعنی اصول ان قواعد کا نام ہے کہ اگر ان کی ارتفاع (ختم ہونے) کو فرض کر لیا جائے تو اس کی وجہ سے پوری کی پوری عمارت منہدم ہو جائے۔

لفظ اصل قرآن کریم میں دو جگہ مستعمل ہے:

"ألم تركيف ضرب الله مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة أصلها ثابت و فرعها في السماء"[2]

"آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کیسی مثال بیان کی ہے کہ اچھی بات ایک بارآور درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ گہرائی میں پیوست ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔"

"إنها شجرة تخرج في أصل الجحيم"[3]

"وہ ایک ایسا درخت ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے۔"

اور لفظ اصول قرآن میں ایک جگہ استعمال ہوا ہے:

---

(2) المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۹

(3) سورۃ ابراہیم، ۱۴: ۲۴

(4) سورۃ الصافات، ۳۷: ۶۴

"ما قطعتم من لينة أو تركتموها قائمة على أصولها فبإذن الله "[1]

"تم نے کھجوروں کے درخت کاٹ دیئے یا اس کو اس کے جڑوں پر رہنے دیا تو یہ اللہ ہی کے حکم سے تھا، اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ نافرمانی کرنے والوں کو رسوا کرے۔"

تحقیق کی لغوی تعریف:

یہ باب تفعیل کا مصدر ہے، جس کا مادہ "ح ق ق" ہے، انگریزی میں اس کو ریسرچ (Research) کہا جاتا ہے، جس کا ایک معنی توجہ سے تلاش کرنا اور دوسرا معنی دوبارہ تلاش کرنے کے ہیں۔ لغت میں اس کا معنی ہے:

"هو يدل على إحكام الشيء وصحته. فالحق نقيض الباطل ... ويقال حققت الأمر وأحققته، أي كنت على يقين منه"[2]

"وہ کسی چیز کے محکم اور صحت پر دلالت کرتا ہے، حق، باطل کا الٹ ہے، اور " حققت الأمر و أحققته"، "اس وقت کہا جاتا ہے جب تمہیں کسی چیز کا علم یقینی طور پر ہو جائے۔"

لغت کے اعتبار سے اس میں چھان بین اور جستجو کا معنی پایا جاتا ہے۔

قرآن میں ہے:

"ولكن حقت كلمة العذاب على الكفرين"[3]

"لیکن ایمان نہ لانے والوں پر عذاب کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہا۔"

لفظ تحقیق کی اصطلاحی تعریف:

علمی اصطلاح میں تحقیق ایسے طرز عمل کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط ہونے کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جائے۔[4]

اس کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

"پوشیدہ اور چھپی ہوئی حقیقت کو آشکارہ کرنے، جو حقائق سامنے نہیں ان کو دریافت کر کے سامنے لانے، کسی نامعلوم یا کم معلوم کو معلوم اور مشتہر کرنے کو تحقیق کہا جاتا ہے۔[5]"

تحقیق کسی بات کے پوشیدہ اسرار کی تلاش، کسی بات کی ترقی اور اس کے بارے میں مزید علم سمجھ اور شعور حاصل کرنے کا نام ہے۔ اسی طرح تحقیق نئے طریقوں سے نئی معلومات حاصل کرنے کا نام ہے۔[6]

---

(2) سورۃ الحشر، ۵۹:۵

(3) جمہرۃ اللغہ، ج۲، ص۱۹

(4) سورۃ الزمر، ۳۹:۱۷

(5) تحقیق کا فن، ڈاکٹر گیان چند، ص۹، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، ت ن

(6) تحقیق کا فن، ڈاکٹر گیان چند، ص۹، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان

(1) تحقیقی طریقہ کار، ایس ایم شاہد، ص۱۴، ایور نیو بک پیلس، ت ن

اصول تحقیق کی تعریف لقبی:

پوشیدہ اور چھپی ہوئی حقیقت کو آشکارہ کرنے، جو حقائق سامنے نہیں ان کو دریافت کر کے سامنے لانے، کسی نامعلوم کو معلوم اور مشتہر کرنے کے لیے جو قواعد و قوانین وضع کیے گئے ہیں ان کو اصول تحقیق کہا جاتا ہے۔

تحقیق کی غرض وغایت:

"هو اختراع معدوم، أو جمع متفرق، أو تكميل ناقص، أو تفصيل مجمل، أو تهذيب مطول، أو ترتيب مخلط، أو تبيين خطأ"

"کسی معدوم شئ کو ایجاد کرنا، کسی متفرق کو یکجا کرنا، ناقص کو مکمل کرنا، مجمل کو تفصیل سے بیان کرنا، مطول کی کانٹ چھانٹ کرنا، کسی بے ترتیب چیز کو مرتب کرنا، مبہم کی تعیین کرنا اور غلطی کو آشکارہ کرنا تحقیق کے مقاصد میں سے ہیں۔"

تحقیق کی اہمیت:

تحقیق محقق کو سوچنے کا ڈھنگ، عمدہ شعور اور تکمیل کی طرف بڑھنے کا طریقہ سکھاتی ہے، اسی طرح محقق کے لیے نئے نئے نظریات، قوانین اور آرا کے دریچے کھولتی ہے۔ البحث كاشف عن الحقيقة، یعنی تحقیق حقیقت کو منکشف کرتی ہے۔

تحقیق کے اقسام

مصادر کے اعتبار سے تحقیق کے اقسام

ڈیٹا و مواد اور معلومات کے مصادر و مراجع کے اعتبار سے تحقیق کی مندرجہ ذیل تین بڑی قسمیں ہیں[1]:

ا۔لائبریری تحقیق:

(LibraryResearch)

اس سے مراد ایسی تحقیق ہے جس کا زیادہ انحصار کتابوں، مجلات اور انسائیکلوپیڈیا میں موجود مواد پر ہوتا ہے، محقق لائبریری جاتا ہے اور کافی کتابیں اکٹھی کر کے ان کا مطالعہ کرتا ہے اور پھر اپنی تحقیق کو ان مصادر کی طرف منسوب کرتا ہے۔

۲۔میدانی تحقیق:

(FieldResearch)

اس تحقیق کا زیادہ انحصار موقع و محل سے ہوتا ہے، معلومات جمع کرنے کے لیے موضوع تحقیق کے موقع و محل کی طرف جاتا ہے اور مختلف لوگوں سے ملتا ہے اور ان سے معلومات و بیانات اکھٹے کرتا ہے۔ان کا انٹرویو کرتا ہے، ان سے سوالات کرتا ہے، ان کے اعمال اور نظریات کا جائزہ لیتا ہے، اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے، بذات خود موقع و محل دیکھتا ہے اور پھر مختلف آراء و مشاہدات کا باہمی موازنہ کر کے قوتِ قیاس اور قوت تطبیق کے ذریعے استنباط و استخراج اور نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس مقصد کے لیے کھیتوں، کارخانوں، فیکٹریوں اور مختلف کمپنیوں میں بھی جانا پڑتا ہے۔

۳۔لائبریری و میدانی تحقیق:

(Library&FieldResearch)

وہ تحقیق جس میں موضوع تحقیق کی مناسبت سے لائبریری مصادر اور میدانی مشاہدات دونوں شامل ہوتے ہیں، محقق پہلے کتابوں سے معلومات اکھٹا کرتا ہے، پھر عملی زندگی میں جاکر ان کا جائزہ لیتا ہے، گویا لائبریری دراصل میدانی تحقیق کے لیے تمہید کا کام دیتی ہے۔

---

(1) تحقیق و تدوین کا طریقہ کار، پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک، ص ۲۷، اورینٹل بکس، لاہور، ت ن

منہج کے اعتبار سے تحقیق کے اقسام

۱۔ تقابلی تحقیق:

(ComparativeResearch)

اس قسم کی تحقیق میں دو شخصیات، دو ریاستوں، دو زمانوں، دو کتابوں، دو فلسفوں، دو طرح کے اسالیب یا ایک نوع کے دو امور کے درمیان موازنہ کیا جاتا ہے۔ اس موازنہ کی دو جہتیں ہوتی ہیں: ایک موافقت اور دوسری مخالفت۔ ایک جہت مشابہت اور دوسری جہت اختلاف، مگر محقق صرف مشابہت کے پہلو یا صرف اختلاف کے پہلو کو موضوع تحقیق بنا سکتا ہے۔

۲۔ وصفی یا بیانی تحقیق:

(DescriptiveResearch)

اس تحقیق میں کسی چیز کی حقیقت حال کو بیان کیا جاتا ہے، مثلاً کسی علاقے میں کسی سکول کی بلڈنگ کا وصف، معیشت کا معیار بیان کرنا، برآمدات اور درآمدات کی تفصیل بیان کرنا، آبادی کی تقسیم کی صورت حال، لسانی معیار کے متعلق معلومات پیش کرنا، اقتصادی صورت حال پر تبصرہ کرنا، عسکری و دفاعی حالت کا جائزہ لینا، زرعی پیداوار کا تعارف کروانا اور صنعتی پیداوار کا تجزیہ کرنا وغیرہ۔

۳۔ تاریخی تحقیق:

(HistoricalResearch)

دو قسم کی تحقیق کو ہم تاریخی یا سوانحی تحقیق کہہ سکتے ہیں، یعنی جس میں کسی چیز کی تاریخ یا کسی شخص کے سوانح پر تحقیق کی جائے، پچھلی صدی سے یورپ اور امریکہ کی جامعات میں عام طور پر مسلمان طلبہ سے کسی شخصیت پر کام کروایا جاتا ہے اور ان کی دیکھا دیکھی پاکستانی جامعات میں بھی اسی قسم کے موضوعات نے رواج حاصل کیا۔[1]

(1) اصول بحث و تحقیق علوم شرعیہ، ص ۴۱

تحقیق کے عناصر

چند بنیادی عناصر کو مد نظر رکھ کر تحقیق کو زیادہ محقق بنایا جا سکتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ مسئلہ تحقیق کی حدود کی شناخت:

مسئلہ تحقیق سے مراد تحقیق کے علمی افکار، موضوعات، مسائل اور میدانات ہیں اور مسئلہ تحقیق کی تحدید سے مراد تحقیق کی اہمیت کی وضاحت اور تحقیق کے مفروضے، نیز معلومات، مواد، وسائل، نمونوں، مثالوں، تجربات اور اسالیب کی نوعیت اور علمی مناہج کی اقسام جن کے ذریعے مقالے کی تیاری میں مدد لی جاتی ہے۔

۲۔ جدت و تخلیق:

تحقیق کے بنیادی عناصر میں سے ایک عنصر یہ ہے کہ وہ تحقیق جدید اور تخلیقی ہو، مقالہ نگار کا مقالہ معروف معلومات پر اضافے کا باعث ہونا چاہیے، اس میں کسی نہ کسی طرح کی جدت اور نئے نتائج ہونا ضروری ہیں۔ در حقیقت ایک محقق اپنا کام اس نقطے سے شروع کرتا ہے جہاں اس سے پہلے محققین اس کام کو پہنچا گئے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ مقالہ علمی شاہراہ پر محققین سے ایک یا چند قدم آگے ہو اور مقالہ نگار کچھ نئی چیزیں دریافت کرے جن تک پہلے لوگوں کی رسائی نہیں ہوئی۔

تحقیقی میدان میں مطلوبہ تخلیق سے مراد صرف نئی چیزوں کو دریافت و آشکارا کرنا نہیں ہوتا بلکہ لفظ تخلیق کا اطلاق انکشاف و دریافت کے علاوہ کئی اور چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے، مثلاً بکھرے ہوئے مواد کو نئی اور قابل استفادہ ترتیب دینا قدیم حقائق کے لیے جدید اسباب تک رسائی حاصل کر لینا یا قلیل اور منتشر معلومات کو ایک مضمون کی شکل میں یکجا اور منظم کر دینا بھی تخلیقی کاوش کہلاتا ہے۔

۳۔ وسیع مطالعہ:

محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے موضوع سے متعلق ممکنہ حد تک تمام تحقیقات کا وسیع سے وسیع تر مطالعہ کرے، موضوع سے متعلق کوئی چیز اس کی نظر سے پوشیدہ نہ رہے، چونکہ محقق اپنے مطالعہ کی بنیاد پر تحقیق کے نتائج و حاصلات مرتب کرتا ہے، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ وسیع مطالعہ کرے اور اپنے موضوع سے متعلق کسی قابل ذکر اور قابل اہمیت مصدر و مرجع سے صرف نظر نہ کرے۔

۴۔ دوسروں کی آراء کی تفہیم میں باریک بینی:

محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کی آراء کی تفہیم اور ان عبارات کو نقل کرنے میں انتہائی احتیاط سے کام لے، محقق کی غلط فہمی یا نقل میں غلطی کی وجہ سے بعض دفعہ بڑے بڑے مسائل جنم لیتے ہیں، یہ بھی ضروری ہے کہ محقق دوسروں کی آراء کو حرف آخر، قطعی اور ثابت شدہ حقیقت سمجھ کر اختیار نہ کرے کیونکہ بہت ساری آراء کی بنیاد بہت کمزور ہوتی ہے۔ لہٰذا محقق کو چاہیے کہ دوسروں کی آراء کا مطالعہ کرے، انہیں میزان جرح و تعدیل میں تول کر اور ان کی صحت و سقم کو جانچ کر درست اور مضبوط آراء کو قبول کرے اور غلط آراء کو ترک کرے۔

۵۔ دوسروں کی آراء کا تنقیدی جائزہ:

ایک محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے آراء کو مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم نہ کرے۔ بہت سی آراء غلط بنیادوں پر قائم رہتی ہیں۔ اس لیے جب بھی کوئی رائے کو درج کرنے کی ضرورت پڑے تو اس کا تنقیدی جائزہ ضرور لینا چاہیے، اگر وہ تنقید کے معیار پر پوری اترتی ہو تو اسے قبول کرنی چاہیے ورنہ رد کرنی چاہیے۔

۶۔ اسلوب کی عمدگی اور قوت:

محقق کے مقالے کی اہمیت و وقعت اس بات پر موقوف ہے کہ مقالے کی عبارت اور تحریر لفظی، لغوی اور نحوی و صرفی اغلاط سے محفوظ ہو، نیز اس کی تمام عبارات واضح، عام فہم اور ابہام سے مبرا ہوں، نحوی و لغوی اغلاط کی کثرت تحقیق کے حسن کو داغدار کر دیتی ہے۔ اس لیے محقق کو چاہیے کہ وہ اپنا مقالہ انشاء کے اسالیب کو مد نظر رکھتے ہوئے فصیح زبان میں تحریر کرے اور حتی الامکان لغوی اغلاط سے اجتناب کرے۔

۷۔ مصادر تحقیق کی دستیابی:

تحقیق کے لیے مصادر و مراجع کی دستیابی انتہائی ضروری ہے، ورنہ محقق اپنی تحقیق کو کماحقہ مکمل نہیں کر پائے گا۔ لہٰذا محقق کے لیے ضروری ہے کہ ان موضوعات کا انتخاب نہ کرے جن کے بارے میں مصادر و مراجع کی قلت ہو یا مواد و معلومات کی کمی ہو۔

تحقیق ایک نازک، پیچیدہ، مسلسل اور جامع عمل ہے، اس لیے یہ عمل اس بات کا متقاضی ہے کہ محقق بھی کئی ایک اوصاف سے متّصف اور صلاحیتوں کا حامل ہو، تاکہ اس عمل کو بطریق احسن انجام دے سکے، علمائے محققین نے مختلف حوالوں سے کامیاب محقق کے اوصاف ذکر کیے ہیں، ہم اختصار کے ساتھ ایسی اوصاف کا ذکر کرتے ہیں جن سے ہر محقق کو متّصف، مزین اور آراستہ ہونا چاہیے۔

یہ اوصاف دو طرح کے ہیں ایک تحقیق کار کے اعتبار سے اور دوسرا محقق کے علمی اور اخلاقی اوصاف ہیں۔

محقق کے اوصاف

تحقیق کار کے اعتبار سے مندرجہ ذیل اوصاف ہونے چاہئیں:

ا۔ تحقیق میں دلچسپی:

تحقیق کو بطور طرز زندگی اپنانے کے لیے سچی لگن کا ہونا ضروری ہے کہ محقق کا تحقیق میں میلان اور دلچسپی ہو۔ یہ اس راستے کا پہلا قدم ہے کیونکہ تحقیق کے میدان میں ڈٹ کر محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور محنت کا مادہ سچی لگن اور دلچسپی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی عمل خواہ وہ تحقیقی ہو یا غیر تحقیقی ہو، میں عامل کی سچی لگن وذاتی دلچسپی نہ ہو تو وہ ادھورا ہی رہتا ہے، یا پھر ہو ہی نہیں سکتا۔ سچی لگن اور دلچسپی پیدا کرنے میں راہنما اور ماحول اچھا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۲۔ صبر وتحمل:

تحقیق کرنا ایک مشکل کام ہے جسے مکمل کرنے تک کئی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بعض اوقات خوب محنت کرنے کے باوجود بھی مطلوبہ ہدف اور مقصد پورا نہیں ہوتا اور کیا ہوا کام دوبارہ شروع کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا محقق کو چاہیے کہ وہ صبر اور تحمل سے کام لے اور کسی بھی حال میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تحقیق کو لازمی طور پر طول دیا جائے، بہتر یہی ہے کہ مقررہ وقت کے اندر ہی کام مکمل کیا جائے۔

۳۔ علمی دیانت داری اور حق گوئی:

تحقیق کا تانا بانا صداقت وسچائی، حقیقت ومعرفت اور دیانت داری وحقانیت سے بنا جاتا ہے۔ لہٰذا صداقت شعاری کا تقاضہ یہ ہے کہ محقق علمی دیانت داری پر یقین رکھتا ہو اور علمی سرقہ سے مکمل اجتناب کرتا ہو۔

۴۔ تواضع اور عاجزی (ہٹ درم اور ضدی نہ ہو):

محقق کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہٹ دھرم اور ضدی نہ ہو۔ مثلاً آغاز تحقیق میں جو مفروضہ اس نے قائم کیا ہے، بعد میں تحقیق کے دوران اگر اس کے خلاف دلائل مل جائیں تو اپنا موقف تبدیل کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے۔

۵۔ غیر جانبداری اور انصاف پسندی:

محقق کو غیر متعصف اور غیر جانب دار ہونا چاہیے۔ تحقیق کے دوران جو حقائق سامنے آئیں اسے ضرور ظاہر کرے خواہ وہ اس کے مذہب، قوم، زبان، فرقے اور ادبی گروہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، لیکن انصاف پسندی کی دامن نہ چھوڑے۔

۶۔ غیر مدلل آراء سے اجتناب:

محقق کے لیے لازم ہے کہ وہ ان آراء سے اجتناب واحتیاط کرے جو غیر مدلل ہوں، کیونکہ علمی نتائج پر اس کے بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۷۔اخلاقی اصولوں کی پابندی:

محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ تحقیقی عمل کے دوران اخلاقی جرات کا مظاہرہ کرکے اخلاقی اصولوں کی پابندی کرے۔کسی کے خوف سے حق گوئی سے باز نہ رہے۔اور نہ کسی پر لعن وطعن کرے یعنی ادب واحترام کا پہلو ہاتھ سے نہ جانے دے،جو تحقیق بھی کرے حکمت کے ساتھ کرے۔

۸۔حقائق کی تلاش:

تحقیق کا مقصد حقائق کی تلاش، امتیاز حق وباطل، سچائیوں کی دریافت اور نامعلوم کو معلوم کرنا ہے۔ یہ مقاصد اس صورت میں حاصل ہوسکتے ہیں کہ تحقیق میں جمع شدہ مواد کو خوب چھان پھٹک کے بعد مقالہ میں درج کرے ، یہ نہ ہو کہ رطب ویابس کو بس یوں ہی لکھتا چلا جائے۔بلکہ نامعلوم کو معلوم کرنے کے بعد رطب ویابس میں فرق کرنی چاہیے۔

۹۔مختلف زبانوں پر عبور:

جس زبان میں تحقیق کرنا ہو اس پر مکمل دسترس ضروری ہے، تھوڑی بہت واقفیت سے کام نہیں چلتا۔محقق کو متعلقہ زبان کے علاوہ دیگر زبانوں مثلاً عربی، انگریزی وغیرہ سے بھی آشنا ہونا ضروری ہے۔یہاں آشنا سے مراد صرف بول چال نہیں بلکہ ادبی دسترس مراد ہے، مثلاً اردو زبان میں تفسیر وحدیث یا فقہ واصول فقہ پر تحقیقی کام کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان سے اس قدر واقف ہو کہ بنیادی مآخذ جو عربی زبان میں ہیں، سے موضوع سے متعلق مواد اقتباسات کی صورت میں حاصل کرسکے اور ضرورت کے مطابق ان کا بالمعنیٰ تعبیر کرسکے اور اردو میں اس کا ترجمہ بھی کرسکے۔

۱۰۔نظم ونسق اور تنظیم وترتیب کی صلاحیت:

محقق میں نظم ونسق اور تنظیم وترتیب کی صلاحیت ہو تاکہ مطلوبہ نتائج بہتر انداز سے حاصل ہوسکے۔

۱۱۔علمی رسوخ:

محقق کے لیے ضروری ہے کہ جس فن میں وہ تحقیق کررہا ہے،اس میدان میں علمی رسوخ اور پختگی رکھتا ہو۔

نگران کے اوصاف

نگران کو عربی میں مشرف، انگریزی میں سپروائزر، گائیڈ، ٹیوٹر، ایڈوائزر وغیرہ کہا جاتا ہے۔

وہ تمام اوصاف جو ایک محقق کے لیے ذکر ہوئے وہ ایک نگران اور مشرف کے لیے بھی ضروری ہیں۔ البتہ نگرانِ مقالہ کے چند اوصاف و ذمہ داریاں درج ذیل ہیں:

۱۔ نگرانِ مقالہ کا محقق ہونا ضروری ہے کہ اس نے اس میدان میں کچھ کام کیا ہو ورنہ وہ اچھا نگران ثابت نہیں ہو سکتا۔

۲۔ جس موضوع کے بارے میں کام کرائے اس کے بارے میں بہت کچھ جاننے والا ہو۔

۳۔ نگرانی کے لیے وقت نکال سکتا ہو۔

۴۔ محقق کو اختلاف کی آزادی دے۔

۵۔ نگران اپنی تحریری اہلیت سے فائدہ نہ پہنچائے بلکہ صرف رہبری اور راہنمائی کا فریضہ انجام دے۔

۶۔ نگران اور محقق کے مابین فکری ہم آہنگی ہو۔

۷۔ محقق کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ ہو، نہ زیادہ سختی اور نہ زیادہ نرمی کرے۔

۸۔ محقق کی علمی مشکلات و مسائل کو حل کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتا ہو۔

باب دوم

مقالہ کا تعارف

مقالہ کا لفظ شروع سے ہی تھیسز (Thesis) کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع مقالات آتی ہے، عرب اس کو مقالہ علمیہ اور مقالہ جامعیہ بھی کہتے ہیں، بعد ازاں رسالۃ اور اطروحۃ کے دونئے الفاظ متعارف ہوئے۔ رسالہ کی جمع رسائل اور اطروحۃ کی جمع اطاریح یا اطروحات آتی ہے۔ اسی طرح اس کے لیے ایک اصطلاح رسالۃ الدکتوراۃ جو کہ صرف پی ایچ ڈی کے لیے ہے، رائج ہوا۔ عرب محققین نے بحث علمی اور بحث جامعی بھی متعارف کرائیں۔ اس وقت عرب جامعات میں بحث علمی کی اصطلاح مقالہ کی جگہ رائج ہے بلکہ بحث و تحقیق پر لکھی گئی کتب میں بحث کا لفظ جہاں استعمال ہوتا ہے اس سے مراد مقالہ ہی ہوتا ہے۔ بعض جامعات میں لفظ مشروع اور مشروع البحث بھی مستعمل ہونے لگا ہے۔ مشروع البحث سے مراد تحقیق کا منصوبہ (Research Project) ہوتا ہے، اس کی جمع مشروعات اور مشاریع آتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مقالہ ، رسالۃ، اطروحۃ، بحث، بحث علمی، مشروع، اور مشروع البحث تھیسز کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

مقالہ کی تعریف

اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"تقرير واف يقدمه باحث عن عمل تعهده وأتمه على أن يشمل التقرير كل مراحل الدراسة منذ كانت فكرة حتى صارت نتائج مدونة مرتبة مؤيدة بالحجج والأسانيد"[1]

یعنی مقالہ سے مراد وہ مکمل رپورٹ ہے جو محقق اپنے تحقیقی کام کی کامیاب تکمیل کے بعد پیش کرتا ہے، یہ رپورٹ درس اور مطالعہ کے تمام مراحل کا احاطہ کرتی ہے، موضوع کے متعلق ابتدائی سوچ سے لے کر اس تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج تک کو دلائل کے ساتھ مرتب اور مدون پیش کیا جاتا ہے۔

(1) كيف تكتب بحثا أو رسالة، دكتور احمد شلبى، ص ٥، مكتبة المهضة المصرية، ١٩٦٨

مقالہ نگاری کے مراحل

کسی بھی علمی تحقیق کے لیے کئی مراحل طے کرنے پڑتے ہیں:

1۔ پہلا مرحلہ: انتخاب موضوع 2۔ دوسرا مرحلہ: خاکہ تحقیق کی تیاری 3۔ مصادر ومراجع کی تحدید

4۔ علمی مواد کی جمع آوری 5۔ مقالے کی تسوید وتحریر 6۔ مقالے کی حوالہ بندی (مصادر و مراجع، فنی فہارس، حواشی وحوالہ جات)

پہلا مرحلہ

انتخاب موضوع

تحقیق کا سب سے اہم مرحلہ انتخاب موضوع ہے، یہ مرحلہ اپنی اہمیت کے پیش نظر بہت مشکل ہے۔ اس وجہ سے طالب علم کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ شاید اس کے تخصص سے متعلق تمام اہم موضوعات پر پہلے سے کام ہو چکا ہے اور اب پیچیدہ اور مشکل موضوعات باقی رہ گئی ہیں۔ انتخاب موضوع کے عام طور پر دو طریقے ہیں:

۱۔ محقق کی طرف سے موضوع کا انتخاب

یہ طریقہ زیادہ موزوں اور قابل قدر ہے کیوں کہ محقق ہی صاحب تحقیق ہے اور اپنی ساری ذمہ داری قبول کرتا ہے، لہٰذا موضوع کا انتخاب محقق کی طرف سے اسی کی مرضی اور میلان اور صلاحیتوں کے مطابق ہونا چاہیے۔

۲۔ نگران کی طرف سے انتخاب موضوع

جب کورس ورک کے دوران طالب علم اپنی موضوع کا فیصلہ نہ کر سکے تو اس وقت نگران مقالہ کی طرف سے موضوع کے انتخاب کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بعض اوقات یہ طریقہ زیادہ بہتر ثابت ہوجاتا ہے؛ کیونکہ نگران کے پاس کئی موضوعات ہوتے ہیں جو تحقیق کے لیے زیادہ بہتر اور مناسب ہوتے ہیں۔ محقق کے ذمہ یہ کام رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے نگران کے ساتھ اپنی تجویز کردہ موضوع سے متعلق تبادلہ خیال کرتا رہے۔

انتخاب موضوع کے ذرائع

اس میں مختلف ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں:

۱۔ ذاتی معلومات وتجربہ ۲۔ دوسروں سے گفتگو ۳۔ غور وفکر وسوچ وبچار ۴۔ میڈیا

۵۔ اخبارات اور عام مجلات ۶۔ تحقیقی مجلات ۷۔ محاضرات اور دروس

اچھے موضوع کی شرائط

ایک اچھے موضوع کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

۱۔ جدت و تخلیق:

یعنی جدت ہی حسن انتخاب کی اولین شرط ہے کہ اس موضوع پر پہلے اسی سمت سے کام نہیں ہوا ہو، اگر ہو تو یہ علمی سرقہ و خیانت شمار کیا جائے گا۔

۲۔ دلچسپی اور رغبت:

- ✓ اپنے منتخب موضوع میں اس کی دلچسپی بھی ہو۔ لہٰذا محقق کو اپنے آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کرنے چاہئیں:
- ✓ کیا میں اپنے موضوع کو پسند کرتا ہوں اور کیا اس میں میری رغبت ہے کہ اس پر محنت کر سکوں؟
- ✓ کیا مجھ میں عمل تحقیق کو سرانجام دینے کی صلاحیت ہے؟
- ✓ کیا اس موضوع پر تحقیقی مقالہ تیار کرنا ممکن بھی ہے؟
- ✓ کیا اس موضوع کا پوری طرح استیعاب ممکن ہے اور کیا اس موضوع پر مواد کی وافر فراہمی ممکن ہے؟
- ✓ کیا یہ موضوع اس قابل ہے کہ اس پر ذہنی اور مالی محنت صرف کی جائے؟

۳۔ جامعیت اور وضاحت:

جس موضوع کا انتخاب کر رہا ہے، وہ جامع اور واضح ہو، نہ زیادہ طویل اور نہ اتنا مختصر کہ غیر واضح ہو۔

۴۔ معاشرتی مقبولیت:

موضوع کے انتخاب کے لیے شرط یہ ہے کہ اسے معاشرتی مقبولیت بھی حاصل ہو، کیوں کہ بہت سے موضوعات ایسے ہیں کہ طالب علم اس پر تحقیق کرنا چاہتا ہے لیکن معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔

۵۔ اخراجات:

یعنی موضوع کے انتخاب کے وقت اس کے لاگت کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

۶۔ مقالے کی طوالت:

مقالے کا حجم درجہ علمی کے مطابق معقول ہو، یعنی درجہ ایم فل، پی ایچ ڈی کے مقالہ کا اپنا حجم ہوتا ہے جبکہ اسائن منٹس (Assignments) کا اپنا حجم۔

عنوان کے الفاظ

موضوع کے انتخاب کے بعد اس کے نام یا عنوان کے لیے الفاظ کے چناؤ کی طرف آتے ہیں۔ مقالے کے عنوان (اسی طرح مرکزی اور ذیلی عنوانات) میں چار صفات پائی جانی چاہئیں: اختصار، وضاحت، جامعیت اور دلکشی یعنی:

۱۔ ایسا مختصر کہ کم سے کم کلمات پر مشتمل ہو۔

۲۔ایسا واضح ہو کہ اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو،اس کے حدود اربعہ واضح اور متعیّن ہوں۔ مثلاً وہ اس طرح کا نام نہ ہو:"برصغیر کی جدید تاریخ کے خدوخال"یا"بعض جدید ادبی نظریات کا مطالعہ"اس طرح کے عنوانات پہلے قدم پر طلباء کے لیے مشکلات پیدا کرسکتے ہیں۔

۳۔ایسا جامع اور پر مغز ہو کہ اس کے الفاظ سے تحقیق کی جزئیات و تفصیلات جھلکتی ہوں اور وہ تحقیق کے ذیلی عنوانات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوں۔

۴۔ایسا دلکش،انوکھا اور جاذب نظر ہو کہ پہلی نظر میں قاری کو اپنی طرف متوجہ کرلے۔ذیل میں دی گئی مثالیں ملاحظہ کیجیے اور دیکھئے کون سا"عنوان"آپ کو پوری کتاب پڑھنے پر ابھارتا ہے:

آپ بیتی،کاروان زندگی،بیس ملکوں کا سفرنامہ،جہانِ دیدہ،میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا(بریگیڈیئر صدیق سالک)،گنگا سے زمزم تک(ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی)۔

دوسرا مرحلہ

خاکہ تحقیق کی تیاری

خاکہ انگریزی کی ایک اصطلاح Synopsis کا اردو ترجمہ ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی ایک ساتھ نظر ڈالنا کے ہیں۔ Syn کے معنی ہے ایک ساتھ اور Opsis کے معنی ہے دیکھنا۔ عینک سے متعلق لفظ Optical اور Opsis ایک ہی مادے کے مشتقات ہیں۔ اس کا معنی تلخیص کے بھی آتے ہیں۔ مغرب میں اس کو Outline کہتے ہیں۔

اس کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے:

"خاکہ مختلف تصورات کی تقسیم، ترتیب اور باہمی رشتے کا نام ہے[1]۔" یا

"وہ بنیادی اور اساسی خطوط جن کے مطابق محقق دوران تحقیق اپنا کام کرتا ہے[2]۔"

بالفاظ دیگر مقالہ کی دائرہ کار کی تحدید اور ان اہداف کا تعین جن کو بنیاد بنا کر مقالہ نگار اپنی تحقیق کو تکمیل کی منزل سے ہم کنار کر سکے، مثلاً

ان میں کون کون سے موضوع کو زیر بحث لایا جائے گا؟

کس کس پہلو کو اجاگر کیا جائے گا؟

کن کن عنوانات پر کون کون سے ابواب قائم کیے جائیں گے؟

کن کن گوشوں پر کون کون سی فصلیں قائم کیں جائیں گی؟

اور کن کن امکانی مصادر و مراجع سے استفادہ کیا جائے گا؟

---

(2) تحقیق کا فن، ڈاکٹر اگیان چند، ص:۱۰۶

(1) اصول تحقیق، افتخار، ص:۴۰،

خاکہ کی اہمیت

تحقیقی مراحل میں خاکہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں پورے تحقیقی منصوبے کی تفصیلات کو درج کیا جاتا ہے۔ اس کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو کسی عمارت کے نقشے کی ہوتی ہے۔ اگر اس کی تعمیر سے پہلے نقشے کو تیار نہ کیا جائے تو اس کی ساخت میں بہت سے نقائص رہ جانے کا امکان ہے۔

خاکہ بنانے کے فوائد

1. معلومات کی جمع آوری کے لیے مؤثر طریقہ خاکہ تحقیق بنانا ہے۔
2. تحقیق کرنے والے کے سامنے وہ منصوبہ ہوتا ہے جس کو وہ مستقبل میں اختیار کرے گا۔
3. خاکہ بنانے کے بعد ذہنی طور پر مقالے کی ہیئت متعیّن ہو جاتی ہے۔
4. محقق کے نگران کو بھی اس سے مدد ملتی ہے اور واضح ذہن کے ساتھ اس کی راہنمائی کر سکتا ہے۔
5. خاکے کی تیاری سے محقق ان نکات اور چیزوں سے بچ سکتا ہے جن کا تعلق اصل موضوع سے نہ ہو۔
6. تحقیقی کام کی مختلف جزئیات پر آسانی سے غور کیا جا سکتا ہے۔

خاکہ کے اجزاء ترکیبی

خاکے کی کوئی مسلمہ شکل و ہیئت نہیں ہوتی۔ خاکہ عام طور پر مندرجہ ذیل چند امور پر مشتمل ہوتا ہے:

۱۔ عنوان ۲۔ مقدمہ ۳۔ سابقہ تحقیقات کا جائزہ ۴۔ منہج تحقیق ۵۔ منصوبۂ تحقیق

1۔ صفحۂ عنوان:

اس صفحہ پر مندرجہ ذیل معلومات ذکر کی جاتی ہیں:

- عنوان تحقیق
- اس کے بعد علمی درجہ کا نام
- جامعہ کا مونوگرام
- دائیں جانب مقالہ نگار کا نام
- اس کے بالمقابل زیر نگرانی لکھ کر نگران استاد کا نام اور عہدہ اور پتہ
- جامعہ کا نام، شہر اور ملک کا نام
- سب سے آخر میں تعلیمی سال لکھا جائے گا

2۔ مقدمہ:

اس میں موضوع کا تعارف، اہمیت اور مقاصد کو بیان کیا جاتا ہے۔ نیز ان سوالات کو ذکر کرتا ہے، جن کو مقالے کے ذریعے حل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ محقق کو چاہیے کہ مقدمہ میں یہ بتائے کہ زیر نظر موضوع کا حل کس طرح نظریہ یا عمل پر اثرانداز ہوگا کیونکہ بیان کیے گئے اثرات یا ممکنہ علمی اطلاقات مسئلے کی اہمیت اور قدر و قیمت ظاہر کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

3۔سابقہ تحقیقات کا جائزہ

تحقیقی خاکے میں موضوع سے متعلق سابقہ تحقیقات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ سابقہ تحقیق اور ماہرین کی تحریروں کا مختصر ذکر اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ جو تحقیق ماضی میں ہوئی ہے، اسے محقق جانتا ہے، نیز اس بات سے واقف ہے کہ کن پہلوؤں پر تحقیق و جستجو کا کام ہونا چاہیے۔ یہ عمل تکرار کے عمل کو روکتا ہے۔

4۔منہج تحقیق

محقق اپنے منہج کا انتخاب کرکے بتاتا ہے کہ میں تحقیق کی اقسام میں سے کون سی قسم کو اختیار کروں گا۔ مصادر کے اعتبار سے میری کون سی تحقیق ہے۔ نیز حوالہ میں کون سا طریقہ اختیار کرے گا، اس کا تذکرہ بھی منہج تحقیق میں کیا جاتا ہے۔

۵۔ منصوبۂ تحقیق یا ابواب و فصول کی تفصیل

اس عنوان کے تحت مقالے کے تمام ابواب و فصول کے عناوین کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

تیسرا مرحلہ

مصادر و مراجع کی تحدید

(Specification of Sources and References)

مصادر و مراجع کی تعریف:

مصادر و مراجع دونوں الگ الگ اصطلاحات ہیں، ہر ایک کا اطلاق کتابوں کے مجموعہ پر کیا جاتا ہے جن سے محقق تحقیق کے دوران استفادہ کرتا ہے۔

مصدر سے مراد وہ کتاب ہے جو علوم میں کسی علم کے بارے میں ایسے طریقے سے تحقیق کرتی ہو جس میں جامعیت، وسعت اور ایسی گہرائی ہو جو اس کتاب کو ایسا اصلی ذریعہ بنادے اور محقق اس علم کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے اس کتاب سے بے نیاز نہ ہو سکے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصادر سے مراد ایسی دستاویزات ہیں جو کسی فن میں سب سے پہلی لکھی گئی ہو۔ مثلاً تفسیر میں علامہ ابن جریر الطبری کی تفسیر "جامع البیان" مصدر کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی طرح حدیث میں الجامع الصحیح للبخاري، امام مسلم کی "صحیح مسلم" مصدر اور اصل کا درجہ رکھتی ہے، تاریخ میں ابن الاثیر کا "الکامل في التاریخ"، اور مسعودی کی "مروج الذھب" مصدر ہیں جس میں تاریخ اسلامی کے ایک محقق کے لیے اس کی طرف رجوع کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

ادب عربی میں کتاب "الکامل"، جاحظ کی "البیان والتبیین"، ابن قتیبہ کی "أدب الکاتب" اور "الشعر والشعراء" مصادر کا درجہ رکھتی ہیں۔

مراجع سے مراد وہ کتابیں ہیں، جن کے علمی مواد کو اصل مصادر پر پرکھا جاتا ہے، چنانچہ ان کا مواد اصل کتابوں سے نقل کیا جاتا ہے، ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

امام نووی کا انتخاب کردہ "احادیث اربعین نوویہ"، ابن اثیر کی "جامع الأصول"، علامہ سیوطی کی "الجامع الصغیر في الحدیث"، علامہ زرکلی کی "الأعلام"، اس کے علاوہ بہت سی کتابیں مراجع کی فہرست میں آتی ہیں، جو مصادر اصلیہ کے تابع اور ان سے ماخوذ و منقول ہوتی ہیں۔

بلاشبہ مراجع محقق کو بہت فائدہ دیتی ہے، کیونکہ مراجع میں تمام معلومات کو جامعیت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے تحقیق کا میدان وسیع سے وسیع تر ہوجاتا ہے، جدید اور وسیع مطالعات سامنے آتے ہیں، جو ایک ایک موضوع کا احاطہ کیے ہوئے ہوتے ہیں، یہ خوبی قدیم اور اصلی مصادر میں نہیں پائی جاتی، بلکہ یہ مراجع کا خاصہ ہے، لیکن مصادر کی دستیابی کے باوجود اگر محقق مراجع پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھے تو یہ غلط ہوگا۔

چوتھا مرحلہ

علمی مواد کی جمع آوری

مواد جمع کرنے کے لیے مختلف کارڈز کی ترتیب بنائی جائے۔ مثلاً ابواب وفصول کے اعتبار سے کارڈ بنائے اور جو مواد جس باب اور فصل سے متعلق معلوم ہو اس میں درج کر دے۔ اس سے مواد جمع کرنے میں آسانی ہوگی، اسی طرح مواد جمع کرنے میں انٹرویو، سوالنامہ، تجربہ، آزمائشیں اور مشاہدہ سے بھی کام لیا جاتا ہے۔

پانچواں مرحلہ

مقالے کی تسوید و تحریر

مکررات کو کارڈز سے حذف کر کے مستقل مقالے کی تسوید شروع کی جاتی ہے، گزشتہ تمام محنت اسی مرحلہ کے لیے کی جاتی ہے، یہ مرحلہ فنی نوعیت کا ہوتا ہے جس میں معلومات کے درمیان تنظیم و تالیف ہوتی ہے، مقالے کی تحریر کو جاندار بنانے کے لیے درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ حسن تالیف

۲۔ خالص علمی منہج کا التزام

چھٹا مرحلہ

مقالے کی حوالہ بندی

تحقیقی عمل صرف محقق کے ذاتی افکار وخیالات پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی کاوشیں بھی اس کے تحقیقی مقالہ میں شامل ہو جاتی ہیں، ان کاوشوں کا اعتراف کرنے کے لیے حوالہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ محقق کا اخلاقی فرض ہے۔ یہ اعتراف صرف عبارت کی حد تک نہ ہو بلکہ اگر مصنف کے خیالات سے استفادہ کیا گیا ہے تو اس کا اقرار بھی ضروری ہے۔

حوالہ بندی کے فوائد:

۱۔ دوسروں کی کاوشوں کا اعتراف ہوتا ہے۔

۲۔ محقق جو مواد نقل کرتا ہے اس کے مستند ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

۳۔ حوالہ سے اس کتاب تک پہنچ کر اس موضوع سے متعلق زیادہ تحقیق کا میدان کھل جاتا ہے۔

حاشیہ بندی

(WritingofFootnotes/Endnotes)

حاشیہ سے مراد مقالہ میں وہ ثانوی افکار ہیں جنہیں محقق اپنی کتاب میں یا کسی دوسرے کی کتاب میں تحریر کرتا ہے۔اس کا مقصد پیچیدہ امور کی تشریح کرنا،کسی معلوم چیز کے مصدر کو ذکر کرکے اس کی توثیق و تائید کرنا،کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی کی تخریج کرنا،کسی شخصیت یا کسی جگہ و مقام کا تعارف کروانا،کسی رائے کی تحقیق کرنا یا کسی رائے پر تبصرہ کرنا ہوتا ہے۔آج کل اسے "ھو امش" کا نام بھی دیا جاتا ہے،کیوں کہ موجودہ دور میں اسے ہر صفحہ کے نیچے دامن صفحہ میں لکھا جاتا ہے۔

شرح اور حاشیہ میں فرق:

شرح میں متن کے ہر ہر لفظ کی وضاحت ہوتی ہے،ہر لفظ کے لغوی معنی،مستنبط ہونے والے احکام و فوائد کا تذکرہ کیا جاتا ہے،جب کہ حواشی میں کتاب کی عبارت کے ہر ہر لفظ کی وضاحت نہیں ہوتی بلکہ ان الفاظ کو زیر غور لایا جاتا ہے جن کی شرح و تعلیق کی ضرورت ہو۔

اہل علم کا حاشیے میں درج کیے جانے والے وہ امور جن پر اتفاق ہے وہ یہ ہیں:

- ✓ قرآنی آیات کی تخریج اور قرآن کے غریب و مشکل اور نادر الفاظ کی تفسیر
- ✓ احادیث نبویہ،آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی تخریج اور ان میں غریب الفاظ کی وضاحت
- ✓ متن میں وارد ہونے والے غریب الفاظ یا اصطلاحات کی لغوی اور اصطلاحی وضاحت
- ✓ غیر معروف شخصیات کا تعارف
- ✓ غیر معروف مقامات،شہروں اور ملکوں کا تعارف
- ✓ ضرب الامثال اور اشعار کی تخریج
- ✓ عبارات اور اقتباسات کی تحقیق کرکے اصل مصدر کا حوالہ دینا

حاشیہ لکھنے کی جگہ

تین مقامات ایسے ہیں جن میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جاسکتا ہے:

- ➢ صفحے کے دامن میں
- ➢ ہر باب یا فصل کے اختتام پر
- ➢ مقالے کے اختتام پر

حوالہ دینے کا طریقہ

قارئین کو متن سے ہوامش کی طرف لے جانے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، مثلاً نمبرز، سٹارز اور حروف ابجد۔ ان سب میں سب سے زیادہ متداول اور آسان نمبروں کا ہے۔

حوالہ جات کی ترقیم کا طریقہ

۱۔ ہر صفحہ کے لیے الگ ترقیم

۲۔ ہر فصل کے حوالہ جات کی مسلسل ترقیم

۳۔ مقالے کے تمام حوالہ جات کی مسلسل ترقیم

ان میں سب سے زیادہ مفید پہلا طریقہ ہے کہ اس میں سہولت اور آسانی بھی ہے۔

حوالہ دینے کے طرق

قرآن مجید کے کسی آیت کا حوالہ:

اگر قرآن مجید کی کسی آیت کا حوالہ دینا ہو تو مطلوبہ عبارت کو اعراب [زیر، زبر، پیش] کے ساتھ عربی رسم الخط میں مصحف عثمانی کی اتباع کرتے ہوئے درج کرنا چاہیے، حوالہ دینے میں پہلے سورت کا نام، پھر سورت کے شمارہ کا ہندسہ، پھر آیت کے شمارہ کا ہندسہ [سورت کا نام، سورت نمبر، آیت نمبر]، مثلاً

اهدنا الصراط المستقيم۔ [الفاتحۃ، ۱:۶] الفاتحۃ کے بعد لکھا گیا ہندسہ سورۃ کا شمارہ ہے جب کہ دوسرا ہندسہ آیت کا شمارہ ہے۔

حدیث کا حوالہ:

اگر کسی حدیث مبارکہ کا حوالہ دینا ہو تو اسے عربی رسم الخط میں لکھ کر حوالہ دیا جائے، حوالہ لکھنے کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ:

تصنیف کا نام، مصنف کا نام، کتاب، باب، رقم الحدیث۔

دوسرا طریقہ:

یہ ہے کہ مصنف کا نام مقدم کیا جائے اور اس میں بھی پہلے اس کا مشہور نام لکھا جائے۔

اہم نکتہ:

واضح رہے کہ حدیث کی بعض کتابوں میں ترقیم نہیں ہوتی، ایسی صورت میں جلد اور صفحہ لکھنا چاہیے۔

اگر مؤلف ایک ہو یا دو ہوں تو یہی طریقہ اپنایا جائے لیکن اگر مؤلفین زیادہ ہوں تو ایک کا نام لکھا جائے اور اس کے ساتھ و آخرون یا

وزملاءہ کا اضافہ کیا جائے گا۔

فقہ وغیرہ کی کتاب کا حوالہ:

پہلی بار کتاب کا حوالہ دیتے وقت اس کو مکمل کوائف کے ساتھ درج کرنا، اس کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ:

تصنیف کا نام، مصنف کا نام، کتاب، باب، فصل، جلد، صفحہ، ناشر، سن طباعت، مثلا

[احسن الفتاوی، مفتی رشید احمد لدھیانوی، ۲:۲۲، ایچ ایم سعید، کراچی، ۱۴۲۵ھ]

دوسرا طریقہ:

پہلے مصنف کا مشہور نام، پھر غیر مشہور نام، تصنیف کا نام، کتاب، باب، فصل، جلد، صفحہ، ناشر، سن طباعت

[مفتی رشید احمد لدھیانوی، احسن الفتاوی، ۲:۲۲، ایچ ایم سعید، کراچی، ۱۴۲۵ھ]

بعض کتابوں میں سن طباعت نہیں ہوتی اس کے لیے لفظ [ت ن] یا [بدون تاریخ] لکھا جائے گا۔ مثلا

[احسن الفتاوی، مفتی رشید احمد لدھیانوی، ۲:۲۲، ایچ ایم سعید، کراچی، ت ن]

دوبارہ ذکر ہونے والے مراجع کا حوالہ

- کسی بھی کتاب کا نام دوبارہ آئے تو دوبارہ مکمل کوائف درج کرنا ضروری نہیں، بلکہ صرف کتاب کا نام اور جلد وصفحہ کو درج کیا جائے۔ مثلا: بدائع الصنائع، ۲ : ٤٥
- اگر ایک مرجع کا ذکر دو مرتبہ لگاتار بغیر کسی فاصلہ کے آئے تو پہلی مرتبہ حوالہ لکھا جائے اور دوسری مرتبہ المصدر نفسه یا المرجع السابق یہ عربی میں، اردو میں نفس مصدر، سابقہ حوالہ، یا حوالہ بالا، یا حوالہ مذکور، یا ایضا

مثلا: (۱) صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل، ۲:۱۲، مکتبہ رشیدیہ، ۱۴۲۲ھ

(۲) نفس مصدر

دوسری مثال: (۱) معارف ام القرآن، مولانا محمد نعمان، ص ۲۴، دار الناشر، لاہور، ۱۴۳۶ھ = ۲۰۱۴ء

(۲) نفس مصدر، ص ۳۷

مصادر و مراجع کی فہرست

اس میں ان کتابوں کا تذکرہ کیا جائے، جن سے محقق نے استفادہ کیا ہے، ان کے درج کرنے کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ:

ہر باب یا ہر فصل کے آخر میں

دوسرا طریقہ:

مقالے کے آخر میں

دوسرا طریقہ زیادہ بہتر ہے کہ تمام کتب کی فہرست تلاش کرنے میں سہولت ہوگی۔

مصادر کی درجہ بندی

مصادر کی ترتیب اور درجہ بندی میں ہر ایک جامعہ کی اپنی ترتیب ہوتی ہے۔

- ✓ مؤلفین کے اسماء کے حروف تہجی کے اعتبار سے
- ✓ خاص وعام کے لحاظ سے حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دینا

مثلاً پہلے تفسیر کی کتابوں کو پھر حدیث کی کتابوں کو ذکر کیا جائے اور باقی کتب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ پہلے میں مصادر اور دوسرے میں مراجع کو ذکر کر دیا جائے۔

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مصادر و مراجع کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

- عربی مصادر و مراجع
- غیر عربی مصادر و مراجع

مقالہ کے عناصر

۱۔مقالہ کی ظاہری شکل وصورت اور صفحہ عنوان:

اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے:

- ٹائٹل پر مقالہ کا عنوان
- درجہ علمیہ
- جامعہ کا مونوگرام
- محقق کا نام
- نگران استاد کا نام، عہدہ وغیرہ
- جامعہ کا نام اور تعلیمی سال

۲۔فہارس:

فہرستِ مضامین کتاب کے شروع یا آخر میں لگانا۔

۳۔انتساب:

اپنی تحقیق شدہ تحریر کو کسی شخصیت کی طرف منسوب کرنے کو انتساب کہتے ہیں، اس میں اساتذہ کرام، والدین یا کسی بھی ایسی شخصیت کو اپنی کاوش منسوب کر سکتے ہیں جن سے محقق متاثر ہے۔

۴۔اظہار تشکر:

جن حضرات سے مقالے کی تکمیل میں استفادہ کیا ہو، ان کے تشکر میں چند کلمات پیش کیے جاتے ہیں، جس کو اظہار تشکر یا ہدیۂ تشکر سے موسوم کیا جاتا ہے۔

5۔مقالہ کا مقدمہ

اس میں مندرجہ ذیل باتوں کی رعایت کی جاتی ہے:

مقاصد تحقیق، منہج تحقیق اور مشکلاتِ تحقیق۔

۶۔خلاصۂ مقالہ

مقالے کے آخر میں چند پیراگراف پر مشتمل مقالے کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے، جو انتہائی جامع ہو۔

۷۔نتائج:

مقالے سے حاصل ہونے والے نتائج کو مقالے کے آخر میں ذکر کرنا بھی ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ محقق اپنی تحقیق سے کس نتیجے تک پہنچا ہے۔

۸۔ فہارس فنیہ:

مقالے کے آخر میں چند فہارس فنیہ کو ذکر کیے جاتے ہیں، جن کی عام طور پر مندرجہ ذیل قسمیں ذکر کی جاتی ہیں:

1. فہرس آیات
2. فہرس احادیث
3. فہرس بلاد واماکن
4. فہرس اعلام
5. فہرس مصادر و مراجع

باب سوم

رموز او قاف اور ان کے استعمال کے اصول

رموز او قاف کی تعریف:

کسی بھی زبان میں کسی طرح کی گفتگو کی جاتی ہے تو کہیں ٹھہرا جاتا ہے اور کہیں نہیں، کہیں کم ٹھہرا جاتا ہے اور کہیں زیادہ، اس رکنے اور نہ رکنے کے عمل کا، بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کے صحیح مطلب کو سمجھنے میں بہت دخل ہوتا ہے۔ اس لیے کچھ علامتیں مقرر ہیں جن کو رموز او قاف کہتے ہیں۔ عربی میں اس کو علامات ترقیم کہا جاتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ کسی بھی تحریر کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی عبارت کو لفظوں اور جملوں کے لحاظ سے الگ الگ کر دیا جائے، اس علیحدگی کے لیے اہل علم نے کچھ علامتیں مقرر کر دی ہیں جو رموز او قاف کہلاتی ہیں۔

"وضع رموز اصطلاحية معينة بين الجمل أو الكلمات." [1]

"جملوں اور الفاظ کے درمیان متعیّن اصطلاحی علامات کے استعمال کرنے کو رموز او قاف (علامات ترقیم) کہا جاتا ہے۔"

موضوع:

" العلامات المخصوصة التي وضعها العلماء النابغون الماهرون لهذا الفن. "[2]

"اس فن کا موضوع وہ مخصوص علامات ہیں جن کو ماہر علماء نے وضع کر کے متعیّن کی ہیں۔"

غرض وغایۃ اور اہمیت:

یہ علامات قاری کو تحریر کے سمجھنے میں آسانی پیدا کرتی ہیں، مثلاً عربی میں:

ما أحسن الرجل. ما أحسن الرجل! اور ما أحسن الرجل؟

تینوں کا معنی مختلف ہے، جو کہ علامات سے سمجھ آتی ہے۔

یعنی: اگر ان رموز کو موقع و محل کے مطابق استعمال نہ کیا جائے تو عبارت کے مفہوم میں کئی طرح کا خلل واقع ہو سکتا ہے۔ اس کی مثال اردو میں یہ سمجھ لیں: "روکو مت جانے دو"، اب اگر کامہ (،) "روکو" کے بعد لگایا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کو روک دو، اور اگر مت کے بعد لگایا جائے، یہ مطلب ہو گا کہ جانے دو۔

---

(2) علامات الترقیم، فیض الرحمن حقانی، ص: ۲۳۔

(8) نفس مصدر۔

اصولِ استعمال

۱۔ النقطة (.)

عربی میں اس کو الوقف الکامل اور النقطہ کہتے ہیں۔ اور انگریزی میں فل سٹاپ (Full Stop) اور ڈیش کہا جاتا ہے۔ اور اردو میں بھی اس کو "ختمہ" کہا جاتا ہے، بعض لوگ ڈیش بھی استعمال کرتے ہیں، یہ ایک ہی جگہ میں استعمال ہوتا ہے، یعنی "کسی بھی جملہ کے اختتام پر لگایا جاتا ہے۔"

مثلا:العلم أفضل من المال.

جیسے: اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ زندگی کی کوئی حالت تکلیف سے خالی نہیں۔

۲۔ الفصلة أو الشولة أو الفاصلة (،)

اس کو انگریزی میں کامہ (Comma) کہتے ہیں، عربی میں اس کو فصلہ، فاصلہ یا شولۃ اور اردو میں "سکتہ" کہتے ہیں، لیکن آج کل اردو میں بھی زیادہ تر اردو میں بھی "کامہ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یہ ٹھہراؤ کی علامت ہے اور کثرت کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، اس علامت کا فائدہ یہ ہے کہ عبارت کے ٹکڑے ایک دوسرے سے اس طرح مل نہیں پاتے کہ مطلب خبط ہو جائے۔

عربی میں مواقع استعمال:

عربی میں اس کے استعمال کی جگہیں مندرجہ ذیل ہیں:

(1) "ایسے جملوں کے درمیان جن کے معنی میں اتصال ہو۔"

مثال: إن محمدا طالب مهذب، لايؤذي أحدا، ولا يكذب في كلامه.

(2) "کسی چیز کے انواع، اقسام اور اجزاء کے درمیان استعمال ہوتی ہے۔"

مثال: بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله الله، إقامة الصلاة إلخ.

(3) "شرط اور جواب شرط کے درمیان استعمال ہوتی ہے۔"

مثال: إذا كنت تعاقب أصدقائك، فلن يبقى لك صديق.

(4) "قسم اور جواب قسم کے درمیان بھی استعمال کی جاتی ہے۔"

مثال: والله الذى خلق السموات والأرض، لأجتهدن.

(5) "منادی کے بعد بھی یہ علامت لگائی جاتی ہے۔"

مثال: يا أحمد، اجتهد في دروسك.

اردو میں مواقعِ استعمال:

اردو میں اس کے استعمال کے مواقع یہ ہیں:

ا۔ جب دو یا زیادہ ایک ہی قسم کے کلمے ایک ساتھ آئیں، تو ایسی صورت میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک یا دو لفظوں کے بیچ میں کاما آتا ہے اور آخری لفظ سے پہلے اور آتا ہے، جیسے: یہ کتاب مفید، نصیحت آموز اور آسان ہے۔ اسلام آباد، پنڈی، لاہور اور کراچی میں اسلامی کتب مل

جاتی ہیں۔ وہ تو بہت سمجھدار، ذہین اور بااخلاق ہے۔

۲۔ ندائیہ لفظوں اور جملوں کے بعد، جیسے: جناب صدر، خواتین و حضرات، میرے بھائی، میری بات سن، وغیرہ

۳۔ مختلف ٹکڑوں کے بیچ میں، جیسے: آندھی ہو کہ یا بارش، روشنی ہو یا اندھیرا، تنہائی ہو یا محفل، کسی بھی حالت میں اخلاق اور سچائی کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

۴۔ جب معطوف اور معطوف علیہ میں حرف عطف موجود نہ، تو وہاں علامت سکتہ لگانا ضروری ہے، جیسے:

عقل، ہوش، علم، ہنر سب وقت پر کام آتے ہیں۔

۵۔ اگر اسم موصول کے بعد بیانیہ جملہ ہو، تو اس سے پہلے علامت سکتہ ہونی چاہیے، جیسے: وہ، جو خم ہو کر بھی سیدھی ہو جائے، اصل تلوار ہے۔

۳۔الفصلة المنقوطة(؛)

اس علامت کے ذریعے فقرہ دو یا زیادہ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے عربی میں اس کو الفصلة المنقوطة، الشولة المنقوطة اور الفاصلة المنقوطة کہا جاتا ہے، انگریزی میں **Semi Colon**، اور اردو میں ”وقفہ“ کہا جاتا ہے۔

عربی میں مواقعِ استعمال:

عربی میں اس کے استعمال کے مواقع یہ ہیں:

"یہ علامت ایسے دو جملوں کے درمیان لگائی جاتی ہے جن میں پہلا جملہ مسبب اور دوسرا سبب ہو۔"

مثال: فصل المؤظف من عمله؛ لأنه مهمل.

"ایسے دو جملے جن میں سے پہلا سبب اور دوسرا مسبب ہو۔"

مثال: بذر الغني ماله، وأنفقه في غير سبيله؛ فافتقر، ومد يده إلى الآخرين.

اردو میں مواقعِ استعمال:

ا۔ جب کسی فقرے کا جزء اپنی ترکیب اور اپنا معنی بتانے میں پورا ہو، مگر اس کے بعد کا جملہ بیانیہ ہو، تو ایسی جگہ علامت وقفہ لگانی چاہیے، جیسے: غور کرنے کی عادت ڈالو؛ کہ اس سے زیادہ عمدہ کوئی تعلیم نہیں۔

۲۔ جب ایک فقرہ کے کئی جملے علامت سکتہ سے علیحدہ کیے جائیں، اور ان کا نتیجہ آخری فقروں پر منحصر ہو، تو آخری فقرہ سے پہلے علامت وقفہ لگانی چاہیے، جیسے:

نیکی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، برے کاموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، نیکوں کو عاقبت میں جزا دے گا، بدکاروں کو قیامت کے دن سزا دے گا؛ یہ سارے ایسے خیالات ہیں کہ دنیا کو خوف ورجا میں رکھتے ہیں، نیکی پر رغبت دلاتے ہیں، گناہوں سے باز رکھتے ہیں۔

نوٹ: بعض حضرات کے نزدیک درج ذیل الفاظ سے پہلے بھی علامتِ وقفہ لگے گا:

لہذا۔۔۔لیکن۔۔۔اگرچہ۔۔۔ورنہ۔۔۔اس لیے۔

۴۔النقطتان الرأسيان(:)

اردو میں اس کو رابطہ کہتے ہیں، اس کو دو عمودی نقطے بھی کہا جاتا ہے، عربی میں اس کو **نقطتان، علامة التوضيح** اور **علامة الحكاية والبيان** بھی کہا جاتا ہے۔اور انگریزی میں **FullColon** کہتے ہیں۔

عربی میں مواقعِ استعمال:

اس کے استعمال کی جگہیں مندرجہ ذیل ہیں:

"قال اور اس کے مثل کلمات کے بعد"

یعنی حكى، حدث، سأل، أجاب، روى، تكلم، بين، فصل، عبر وغیرہ.

مثال: قال علي رضي الله عنه: طوبى لمن شغله عيبه من عيوب الناس.

"مقسم اور اس کے اقسام کے درمیان"

مثال: أيام الدهر ثلاثة: يوم مضى لا يعود إليك، يوم أنت فيه لا يدوم عليك، ويوم مستقبل لا تدري ما حاله.

"لفظ مثل اور نحو کے بعد اور کاف تشبیہیہ سے پہلے یہ علامت لگائی جاتی ہے۔"

مثال: تحذف نون المثنى عند إضافته، نحو يا مثل: يدا الزرافة أطول من رجليها.
بعض الحيوان يأكل اللحم: كالأسد، والنمر، والذئب.

اردو میں مواقعِ استعمال:

اردو میں اس کی استعمال کی جگہیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔کسی مثال سے پہلے، مثلا: اسلام آباد پاکستان کا دار الخلافہ ہے۔

۲۔کسی کہاوت سے پہلے،: مثلا: مثل مشہور ہے: جان بچی لاکھوں پائے۔

۳۔کسی قول سے پہلے، مثلا: قرآن کہتا ہے: اللہ تعالیٰ ایک ہے۔

۴۔کسی اقتباس سے پہلے، مثلا: فلاں استاذ کے درس کا نچوڑ یہ ہے:۔۔۔۔۔۔

۵۔سچی بات سے پہلے، مثلا: سچ ہے: گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

۵۔ الشَّرطة أو الوصلة (-)

اس کو اردو میں خط مستقیم، عربی میں "الشرطة" اور انگریزی میں (Hyphen) کہتے ہیں۔

عربی میں مواقعِ استعمال:

عربی میں اس کے استعمال کی جگہیں یہ ہیں:

(1) "جب دو آدمیوں کے درمیان بات چیت ہو رہی ہو اور ان کے نام کو دوبارہ ذکر نہ کرنا مقصود ہو تو ہر سطر کے شروع میں یہ علامت

استعمال ہوتی ہے۔"

مثال: قال معاوية لعمرو بن العاص رضى الله عنهما:

__ما بلغ من عقلك؟

__ما دخلت في شيء قط إلا خرجت منه

(2) "کسی بھی عدد کے بعد خواہ وہ لفظوں میں ہو یا ہندسوں میں۔"، مثلا:

۱-شاکر ۲-خالد ۳-حامد

الأولى-أن يكون المخاطب خالي الذهن-----

کسی کتاب کے حوالہ میں مسلسل صفحات کی نشاندہی کے لیے گویا کہ اس جگہ یہ "إلى" کے معنی میں ہوتا ہے۔

مثال: التفسير الكبير للرازي 40/3 -48

۶۔ الشرطتان(- -)

جملہ معترضہ یا کلمات معترضہ کو جدا کرنے کے لیے:

مثال: اعلم- وفقك الله - أن النحو ملح الكلام.

۷۔علامة الاستفهام(؟)

عربی میں اس کو علامۃ الاستفھام، انگریزی میں **QuestionMark**، اور اردو میں سوالیہ نشان کہا جاتا ہے، یہ علامت ہمیشہ کسی سوالیہ فقرے کے آخر میں استعمال ہوتی ہے۔

مثال: (1)متى عدت من السفر؟

(2) کیا بات ہے؟ تم کہاں سے آرہے ہو؟

۸۔علامة التأثر (!)

اردو میں اس کو فجائیہ یا ندائیہ کہا جاتا ہے، جب کہ عربی میں علامۃ التاثر یا علامۃ الانفعال کہا جاتا ہے، اور انگریزی میں ExclamationMark کہا جاتا ہے۔

عربی میں مواقعِ استعمال:

عربی میں اس کے استعمال کی جگہیں یہ ہیں:

(1) تعجب کے وقت: مثلا: لله دره شاعرا!

(2) الفرح (خوشی کے وقت): یا بشری! یا فرحتاہ!

(3) الحزن (غم کے وقت): واحسرتاہ!

(4) التمنی، لیت اللیل ینجلی!

(5) التاسف، واأسفاہ!

(6) الترجی، لعل الله یرحمنا!

(7) الدعاء، اللهم اغفر لی!، تبا لك ايها الخائن!

اردو میں مواقعِ استعمال:

۱۔ یہ علامت ان لفظوں یا جملوں کے بعد استعمال کی جاتی ہے، جن سے کوئی جذبہ ظاہر ہو، مثلاً: افو! سخت تکلیف ہے۔ شاباش! خوب سبق یاد کیا ہے۔

۲۔ پکارنے، محبت، حقارت، اور تعظیم کے لیے استعمال ہوتی ہے، مثلاً: او لڑکے! اے اللہ! جی حضور! خواتین و حضرات! بزرگو اور دوستو!

۹۔القوسان/ الهلالان:()

عربی میں بھی اس کو القوسان اور الهلالان کہا جاتا ہے، اس کو علامة الاعتراض بھی کہا جاتا ہے، اور انگریزی میں **Brackets** اور اردو میں علامتِ قوسین کہا جاتا ہے۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ فرماتے ہیں کہ ہلالان میرے نزدیک بہتر ہے، بنسبت القوسان کے، اس کی دو وجوہات ہیں: ایک یہ کہ لحلاوۃ لفظ ہلال، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا مدخول واضح ہوتا ہے، کیونکہ یہ لفظ قدیم اور جدید دونوں کے ہاں مشہور ہے، جب کہ قوس ایک جنگی آلات میں سے ہے جس کو زیادہ لوگ جانتے نہیں۔

عربی میں مواقعِ استعمال:

اس کے استعمال کی جگہیں مندرجہ ذیل ہیں:

(1)"ان کے درمیان جملہ معترضہ لکھا جاتا ہے، جیسا کہ گزر گیا۔"

(2)"ان کے درمیان تفسیر ووضاحت اور تحدید کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔"

مثال: الذمام (بالذال) العهد، والزمام (بالزا) ما تقاد به الدابة.

(3)"ان کے درمیان ہندسے اور ارقام بھی لکھے جاتے ہیں۔"

مثال: الرقم (١٠٠) يكتب مائة"

(4)"مآخذ کا حوالہ دینے کے لیے، جیسے (١)، (٢)، (٣)۔۔۔۔۔"

اردو میں مواقعِ استعمال:

یہ علامت عام طور پر مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہے:

۱۔ جب کسی فقرہ میں جملہ معترضہ آجائے، تو اس کے شروع وآخر میں علامت قوسین استعمال کی جاتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جملہ الگ جملہ ہے، جو قوسین کے درمیان آگیا ہے، جیسے:

اس بات کو بخوبی جان لو (اور تم کو اتنا ہی جاننا کافی ہے) کہ انسان کے لیے صرف نیکی ہی اصل خوشی ہے۔

۲۔ جملے کے درمیان توضیحی کلمات کا اضافہ کرنے کے لیے، جیسے: ناظم خوراک (خریداری)، ناظم خوراک (تقسیم)، ناظم تعلیمات (زنانہ)، ناظم تعلیمات (مردانہ)

۳۔متبادل کے اظہار کے لیے، جیسے: افرادی قوت (ManPower)

۱۰۔ القوسان المزهَّران أو القوسان المنجَّمان﴿ ﴾

شیخ عبد السلام محمد ہارون فرماتے ہیں کہ کتاب تحریر کرتے ہوئے ان علامتوں کے درمیان قرآنی آیت لکھی جاتی ہے، یعنی یہ قرآنی آیت کے ساتھ ہی خاص ہے۔

۱۱۔ الإشارة المائلة (/)

اس کو اردو میں ترچھا خط کہا جاتا ہے، عربی میں الاشارۃ المائلۃ، اور انگریزی میں اس کو Slash/Obl Oblique کہا جاتا ہے۔ اس کو مندرجہ ذیل جگہوں میں استعمال کیا جاتا ہے:

1۔ یہ عام طور پر دفتری تحریر کے لیے استعمال ہوتی ہے، کسی متبادل عبارت کو ذکر کرنے کے لیے اس کو استعمال کیا جاتا ہے، مثلا خاوند/بیوی، مرد/عورت۔

2۔ حوالوں میں جلد اور صفحہ کے درمیان استعمال ہوتی ہے۔

3۔ مہینہ، تاریخ اور سالوں کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔

۱۲۔ علامة الاقتباس يا علامة التنصيص(" ") (" ") (« »)

عربی میں اس کو علامۃ الاقتباس اور علامۃ التنصیص کہا جاتا ہے، اردو میں اس کو واوین کہا جاتا ہے اور انگریزی میں Inverted Commas/ Quotation Mark کہا جاتا ہے۔

ا۔ جب کوئی اقتباس دیا جاتا ہے، یا کسی کا قول اس کے لفظوں میں نقل کیا جاتا ہے، تو اس کے ابتداء اور اخیر میں یہ علامت استعمال کی جاتی ہے، مثلا: قال رسول اللہ ﷺ: انما الأعمال بالنیات۔

۲۔توضع حول أسماء الكتب، وعناوين القصائد، والمقالات

۱۳۔علامة الحذف(...)

علامت حذف تین افقی نقطوں پر مشتمل ہوتا ہے، محذوف کلام پر دلالت کرنے کے لیے اس کو استعمال کیا جاتا ہے، جیسے: اسلام کے ارکان پانچ ہیں: "کلمہ طیبہ، نماز۔۔۔"

۱۴۔علامة التفصيل (:-)

یہ علامت مندرجہ ذیل موقعوں پر استعمال ہوتی ہے:

ا۔ تفصیل بیان کرتے وقت، جیسے: دنیا کی چار سب سے بڑی سلطنتیں یہ ہیں: -امریکہ، روس، برطانیہ اور فرانس۔

۲۔ کسی فہرست کو پیش کرتے وقت، جیسے: عربی مہینوں کے نام یہ ہیں:۔ محرم، صفر، ربیع الاول۔۔۔

باب چہارم

اُصول املا

اردو سے متعلق:

املا کے لغوی معنی ہیں: پر کرنا، یاد رکھنا یا لکھوانا۔

اصطلاح میں اس کا مطلب ہے: کسی زبان کے لکھنے کی معیاری صورت اور اس کے رسم الخط کے مطابق صحت سے لکھنے کا نام املا ہے۔ اس کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے:

"اردو کے رسم الخط کے مطابق لفظ میں حرفوں کی ترتیب کا تعین، ترتیب کے لحاظ سے اس لفظ میں شامل حروف کی صورت اور حرفوں کا متعارف طریقہ، ان سب کے مجموعے کا نام املا ہے۔"

اردو املا کے چند ضروری اصول وقواعد

اردو املا کے چند ضروری اصول وقواعد ذکر کیے جاتے ہیں:

"واو" اور اس کی قسمیں

واوَ کی دو قسمیں ہیں: واوَ معروف اور واوَ مجہول۔ جس لفظ میں واوَ معروف آئے، اس سے پہلے حرف پر پیش ہو گا، مثلاً چُولھا، دُور۔ جس لفظ میں واوَ مجہول ہو، اس سے پہلے والے لفظ پر زبر رہے گا، مثلاً شور، گور، چور وغیرہ

"یاء" اور اس کی قسمیں

یا(ی) کی بھی دو قسمیں ہیں: معروف اور مجہول۔ ان کے تلفظ میں تھوڑا فرق ہے۔ اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے یائے معروف کو گول "ی" سے لکھی جاتی ہے، جیسے خالِی، بولِی وغیرہ اور یائے مجہول کو لمبی "ے" سے لکھا جاتا ہے، جیسے لکھے، نیچے، ہے وغیرہ۔ جب یائے معروف کسی لفظ کے درمیان میں آئے، تو اس سے پہلے والے حرف کے نیچے زیر ڈالنی چاہیے، جیسے ہِیرا، پِیر وغیرہ، مگر یائے مجہول سے پہلے حرف پر زبر رہے گا، جیسے دیر، سویرا وغیرہ

"ہا" اور اس کی قسمیں

ہا(ہ) کی تین قسمیں ہیں: ہائے ملفوظ، ہائے مخلوط اور ہائے مختفی۔

ہائے مختفی

یہ عموماً الفاظ کے آخر میں آتی ہے، جیسے آہ، واہ، گاہ، سایہ، توبہ، تجربہ، حوصلہ، علاوہ وغیرہ۔

ہائے ملفوظ

یہ حرف سالم ہے اور تلفظ میں ایک الگ آواز رکھتا ہے، مثلاً یہاں، وہاں، پہل، کہا، رہا وغیرہ۔

ہائے مخلوط یا دوچشمی ہا (ھ)

یہ حروف تہجی کے بعض حروف سے مخلوط ہوتی ہے اور ان حروف کی اپنی آواز سے مختلف آواز پیدا کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے، مثلاً بھائی، پھول، پھر، تھالی، دھوبی، ادھر، کدھر، دھوکا وغیرہ۔

دوچشمی (ھ) کا تعلق بالعموم ان حروف سے ہوتا ہے:

ب (بھ) پ (پھ) ت (تھ) ٹ (ٹھ) ج (جھ) د (دھ) ک (کھ) ل (لھ) م (مھ) ن (نھ)۔

واضح رہے کہ اگر کبھی کبھی "ہائے ملفوظ "کی جگہ "ہائے مخلوط " کا املا کر دیا جائے تو معنی تبدیل ہو سکتا ہے، مثلاً پہل کو پھل، گہر کو گھر یا بہائی کو بھائی، کہا کو کھا، پہر کو پھر لکھنے سے بالکل مختلف المعنیٰ لفظ بن جاتے ہیں۔ اس کا لحاظ رکھنا بہت اہم ہے۔

مذکورہ قاعدے کے پیش نظر مندرجہ ذیل الفاظ کو ہمیشہ دوچشمی (ھ) سے لکھنا چاہیے:

دلھن، دولھا، چولھا، ادھر، کدھر، ننھا، دھوکا، کڑھائی، داڑھی، چودھری، گھاٹی، پھول، تھالی، ٹھوکر، جھولی، چھلنی، کھانا، ڈھول وغیرہ۔

اصولاً تمہارا، تمہیں، انہیں، انہوں، جنہیں، جنہوں کو بھی دوچشمی (ھ) سے لکھنا چاہیے یعنی تمھارا، تمھیں، انھیں، انھوں، جنھیں، جنھوں، لیکن ان الفاظ کو ہائے ملفوظ (ہ) سے لکھنے کا عام چلن ہو گیا ہے، اس لیے اس طرز میں املا کو غلط العام سمجھ کر استعمال کرنا چاہیے۔

ذیل کے الفاظ کو ہمیشہ ہا (ہ) ملفوظ کے ساتھ لکھنا چاہیے: کہیں، نہیں، یہیں، یہی، وہی، انہی، ہاتھ، بہت، بہن، کہاں، جہاں، وہاں، دیہاتی، بہار، ٹہنی، پہل وغیرہ۔

اردو میں ہائے مختفی نہیں ہوتی، اس لیے ان کو اردو میں لکھتے وقت آخر میں الف لکھنا چاہیے، مثلاً دھوکہ، کلیجہ، پیشہ، مہینہ کی جگہ دھوکا، کلیجا، پیشا، مہینا لکھنا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے کہ اکثر اہل قلم ان کو پہلی صورت ہی میں لکھنا پسند کرتے ہیں۔ اس لیے غلط العام سمجھ کر اس طرز عمل کو قبول کر لینا چاہیے، ترجیح بہر حال دوسری صورت کو ہے۔

مرکب الفاظ میں "ص" اور "ض" کے بعد دندانہ ڈالنا ضروری ہے، مثلاً قصہ، حصہ اصول، فضل، مرصع، فضیلت وغیرہ۔

عربی کے بہت سے الفاظ کے آخر میں ہمزہ (ء) ہوتا ہے، مثلاً ابتداء، اخفاء، فقراء، علماء، بناء، ضیاء وغیرہ۔ ایسے الفاظ کو اردو میں لکھتے وقت ان کے آخر میں ہمزہ ڈالنا ضروری نہیں البتہ اگر یہ مضاف ہوں تو ان کے آخر میں یائے مجہول لکھ کر اس کے اوپر ہمزہ ڈالا جائے گا اور ان کی شکل اس طرح ہو گی، ابتدائے عشق، فقرائے اسلام، علمائے مردان وغیرہ۔

بعض ناموں کی املا کی عربی میں جو صورت ہے، اردو میں ان سب میں ہمزہ لکھا جائے گا۔ جیسے ضیاء الدین، ثناء اللہ، ذکاء اللہ۔

ہمزہ کو علامت اضافت کے طور پر صرف اسی صورت میں استعمال کیا جا سکتا ہے، جب لفظ کے آخر میں ہائے مختفی ہو، جیسے نسخۂ کیمیا، نغمۂ عندلیب۔

عربی زبان کے بعض الفاظ جو فاعل یا افائع کے وزن پر آئیں، ان میں کبھی الف کے بعد ہمزہ ہوتا ہے، جو یا کی صورت میں لکھا جاتا ہے، اس کے نیچے دو نقطے دینا غلط ہے کیونکہ وہ ہمزہ ہے، یا (ی) نہیں، جیسے بائع، زائل، مائل، قائل، شدائد، ذرائع، وقائع، وظائف وغیرہ۔

اُن کو، اس کو، مجھ کو، تجھ کو، تجھ سے، ہم نے، انہوں نے، جب تک، کب تک، اب تک، ہم پر، اُس کو، ان کا، کس کا وغیرہ کو الگ الگ لکھنا چاہیے۔

جو کلمے لاحقوں اور سابقوں کی صورت میں کلمے کے شروع یا آخر میں آتے ہیں، ان کو ملا کر نہیں لکھنا چاہیے، جیسے: بیش تر، خوش تر، قلم کار، بازی گر، بے داغ، بے فائدہ، بے شرم، بے شمار وغیرہ۔

اصول املاء عربی سے متعلق:

تعریف:

" هو قواعد اصطلاحية، بمعرفتها يحفظ قلم الكاتب من الزيادة والنقصان."

"وہ اصطلاحی اصول جن کے پہچاننے کے ساتھ لکھنے والے کا قلم زیادتی اور نقصان سے بچ جاتا ہے۔"

موضوع:

الهمزة، والألف اللينة، والكلمات التي يجب انفصالها من بعضها، والتي يجب اتصالها ببعضها، والحروف التي تبدل، والحروف التي تزاد، والحروف التي تنقص-

"اس فن کا موضوع ہمزہ اور الف (جو حرکت قبول نہ کرتی ہو) ہیں۔ اسی طرح وہ الفاظ ہیں، جن کا آپس میں جوڑنا اور جدا کرنا لازم ہو اور وہ حروف ہیں، جو تبدیل ہوگئی ہوں یا ان کی زیادتی یا کمی ہوئی ہو۔"

غرض:

حفظ قلم الكاتب من الخطإ واللحن في الرسم

"لکھنے والے کا قلم کتابت میں نقصان سے بچنا۔"

ہمزہ اور الف کے قواعد

ہمزہ اور الف کی تعریف:

" الهمزة: حرف مخصوص يقبل الحركة، بخلاف الألف التي لاتقبل الحركات فالحرف الأول من 'أمر' همزة تقبل الحركة، والحرف الأخير من 'الفتى' ألف لاتقبل أي حركة كانت-"

"حرف "ہمزہ" سے مراد وہ مخصوص کلمہ ہے جو حرکت کو قبول کرتا ہے، اس کے برعکس الف وہ ہے جو حرکات کو قبول نہیں کرتا۔ جیسے 'أمر' میں پہلا حرف ہمزہ ہے کیونکہ اس پر حرکت جاری ہوا ہے، جب کہ 'الفتی' میں الف ہے، کیونکہ اس پر کوئی حرکت نہیں۔"

الف کے قواعد:

الف یا تو کلمہ کے درمیان میں آئے گا یا آخر میں۔ اگر درمیان میں آئے تو اس کو ہمیشہ الف کے ساتھ لکھا جائے گا، مثلا: قال، قام، صام، نام۔

اگر کلمہ کے آخر میں آئے تو اس کو مندرجہ ذیل مقامات میں یا(ی) کے ساتھ لکھیں گے:

ہر ثلاثی اسم، جس میں یاء تبدیل ہو کر الف بن گئی ہو، جیسے: فتی، ھدی

ہر ثلاثی فعل، جس میں یاء تبدیل ہو کر الف بن گئی ہو، جیسے: سعی، مشی، رعی، رمی۔ اگر واؤ سے تبدیل ہو کر الف بنا ہو تو اس کو الف کے ساتھ لکھا جائے گا، جیسے: دعا، غزا، عفا وغیرہ۔

ثلاثی سے زائد ہو تو دیکھیں گے کہ اس سے پہلے یاء کلمہ ہے یا نہیں، اگر یاء نہ ہو تو اس الف کو یاء کے ساتھ لکھا جائے گا، جیسے: صغری، کبری، حبلی، صرعی، قتلی، مصطفی وغیرہ۔ اگر الف سے پہلے یاء ہو تو پھر اس کو الف کے ساتھ لکھا جائے گا، مثلا دنیا، قضایا، ثریا۔

ہمزہ کے قواعد:

ہمزہ کی تین صورتیں ہیں:

کلمہ کی ابتداء میں آئے گا، آخر میں آئے گا یا درمیان میں۔ ہر ایک کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ہمزہ جب ابتداءِ کلمہ میں آئے

ہمزہ کلمہ کے شروع میں الف کے ساتھ لکھا جائے گا۔

ہمزہ کی قسمیں:

پھر ہمزہ کی دو قسمیں ہیں: ہمزہ وصلی ہو یا قطعی۔

"همزة الوصل: هي التي تثبت نطقا في الابتداء، وتسقط في الدرج "

"ہمزہ وصلی وہ ہے، جو ابتدائے کلام میں بولا جاتا ہو اور درمیانی کلام میں گر کر نہیں بولا جاتا۔"

"همزة القطع: هي التي تثبت في الابتداء والوصل"

"ہمزہ قطعی وہ ہے جو کلام کی ابتدا اور درمیان دونوں میں ثابت رہتا ہے (یعنی بولا جاتا ہے)۔"

ہمزۂ وصلی کے مقامات:

ہمزہ وصلی مندرجہ ذیل جگہوں میں آتا ہے:

ان دس الفاظ میں ہمزہ وصلی ہوتا ہے:

اسم، است، ابن، ابنة، ابنم(لغة في ابن)، امرؤ، امرأة، (ان سات الفاظ کے تثنیہ میں)، واثنان، واثنتان، وايْمن الله

الف لام کی تمام قسمیں، مثلا الرجل، العباس، الضارب، المضروب، الذي.

ثلاثی مجرد کے امر حاضر معروف میں، مثلا: اكتب، افهم.

خماسی، سداسی کے ماضی، امر اور مصدر کے صیغوں میں، مثلا:

انطلق، انطلِق، انطلاقا، استخرج، استخرِج، استخراجا.

ہمزہ وصلی کا حکم:

ہمزہ وصلی کو بغیر الف کی صورت میں لکھا جائے گا اور اس کے اوپر یا نیچے ہمزہ نہیں لکھا جائے گا۔

ہمزۂ قطعی کے مقامات:

ہمزہ وصلی کے علاوہ جتنے مقامات پر ہمزہ آئے گا، وہ ہمزہ قطعی ہو گا۔ مثلا:

اسم مفرد، تثنیہ اور جمع میں، مثلا: أخ، أخت والمثني: كأخوين وأختين والجمع، نحو: الإخوة، والأخوات

ثلاثی اور رباعی کے مصادر اور افعال، مثلا: أَسْرٌ، وإِسرار، أسر، وأسرّ

اسم تفضیل، مثلا: أضرب

متکلّم کے صیغے، أكرم، أنصرف

ہمزہ قطعی کا حکم:

اگر ہمزہ قطعی پر فتحہ یا ضمہ ہو تو اس کو الف کی صورت میں لکھ کر اوپر ہمزہ لگایا جائے گا، جیسے: أَمر، أُمر، وأكرم۔ اگر اس کے نیچے کسرہ ہو تو اس کو الف کی صورت میں لکھ کر نیچے ہمزہ لگایا جائے گا، جیسے: إيمان

بعض حروف جو ہمزہ قطعی پر داخل ہو کر اس کو "اول کلام" کے حکم سے نہیں نکالتے، وہ یہ ہیں:

الف لام، جیسے: الإكرام

لام قسم جو فعل پر داخل ہو، جیسے: لأكرمن

لام تاکید جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو، جیسے: لأنت الصديق

با(باء)حرف جر داخل ہو، جیسے: بأمر الله۔

ہمزہ استفہام داخل ہو، جب اس کا مابعد مفتوح ہو، جیسے: أأخرج؟ أأسجد؟

حرف تنفیس داخل ہو، جیسے: سأقرأ.

فا(فاء)اور واؤ داخل ہو، جیسے: فإنك أخي، وإنك صديقي.

ہمزہ جب آخرِ کلمہ میں آئے

اس ہمزہ کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت:

ہمزہ کو بغیر الف کے اپنی حالت میں لکھا جائے گا جب ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو، جیسے جزء، برء، ملء، درء، ناء، جاء، شاء، رداء، کساء، غطاء، وضوء، قروء، یا اس کا ماقبل واؤ مشدد مضموم ہو، جیسے التبوّء.

دوسری حالت:

ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو اور ماقبل نہ ساکن ہو اور نہ اس سے پہلے واؤ مشدد ہو، تو ہمزہ کے ماقبل حرکت کو دیکھا جائے گا، اگر ضمہ ہو، تو ہمزہ کو واؤ کے اوپر لکھیں گے۔ اگر زبر ہو، تو الف کے اوپر اور اگر زیر ہو، تو یاء کے اوپر لکھیں گے، جیسے:

امرؤ، لؤلؤ، تهيؤ، ونحو: امرِئ، متهيئ، مبرئ، يهيئ، ونحو: مبرئا، مهيَأ، يبرأ، ينشأ.

ہمزہ جب وسطِ کلمہ میں آئے

اس ہمزہ کی چار حالتیں ہیں:

پہلی حالت: الف کے اوپر

درج ذیل دو صورتوں میں ہمزہ کو الف کے اوپر لکھا جائے گا:

ہمزہ ساکن ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو، یا ہمزہ مشدد مفتوح ہو، جیسے: يأْمر، يأْخذ، ونحو: تذأَّب

ہمزہ مفتوح ہو، اور ماقبل اس کا مفتوح ہو، یا ماقبل حرف صحیح ساکن ہو، جیسے: سأَل، تبوَّأَها، قرَأَ، لم يقرَأ، يقرَأان، يسْأَل، جزْأَه، جزْأَين، مسْأَلة.

دوسری حالت: واو کے اوپر

درج ذیل دو صورتوں میں ہمزہ واؤ کے اوپر لکھا جائے گا:

ہمزہ مفتوح یاساکن ہواور اس کا ماقبل مضموم ہو، جیسے مُؤَلف، لُؤْلؤ

ہمزہ مضموم ہواور ماقبل مفتوح یا مضموم یاساکن ہو۔ ہمزہ مضموم اور ماقبل مفتوح کی مثال، جیسے: یَؤُم، اور ہمزہ مضموم ہواور ماقبل بھی مضموم ہواس کی مثال، جیسے: شُؤُون، یا ہمزہ مضموم ہواور ماقبل ساکن ہواس کی مثال، جیسے: مَرْؤُوس۔

تیسری حالت: یاء کے اوپر

دو صورتوں میں یا کے اوپر ہمزہ لکھا جائے گا:

ہمزہ مکسور ہو، جیسے سئم، وبئيس، تقرئين، لم تقرئي، القارئين، يومئذ، صائم، قائم، وضوئه، هدوئه، جزئه، جزئي، أسئلة

ہمزہ مفتوح ہو، مضموم ہو، یاساکن ہواور اس کا ماقبل مکسور ہو یا یاء ساکنہ ہو، جیسے مئة، فئون، برئت، بئر، مسيئان، مسيئون، ائتزر، ائتزار، ائتزر

چوتھی حالت: اپنی اصلی حالت میں

دو صورتوں میں مفرد (یعنی اپنی اصلی حالت میں) لکھا جائے گا:

ہمزہ مفتوح ہواور ماقبل الف مدہ ہو، یا واؤ مدہ ہو، جیسے تساءل، مروءة، سموءل تضاءل، عباءة، رداءين، شاءا، رداءان، أسبغ وضوءه.

ہمزہ مفتوح اور ماقبل ساکن ہواور اس کے بعد تثنیہ کا الف ہو، یا وہ تنوین ہو جو الف سے تبدیل ہوتی ہو، جیسے: جزءا، جزءان (بشرطیکہ اس سے پہلے ایسا حرف ہو، جس کے ساتھ اس کو اکھٹے نہ لکھا جاتا ہو، اگر لکھا جاتا ہو تو پھر اس کو یاء کے اوپر لکھیں گے: جیسے خطئان، شيئا، دفئا، دفئان)

لام شمیہ اور قمریہ کے قواعد

لام قمریہ:

اس سے مراد وہ "ال تعریف" ہے جو اسم کی ابتدا میں آئے اور اس کے بعد کا حرف غیر مشدد اور متحرک ہوتا ہے۔ یہ لام لکھا جاتا ہے اور اس کا تلفظ بھی کیا جاتا ہے۔

حروف قمریہ:

چودہ حروف سے پہلے لام قمریہ آتا ہے۔ ان کو حروف قمریہ کہا جاتا ہے، ان چودہ حروف کا مجموعہ یہ ہے:

"ابغ حجك، وخف عقيمه" (ا ب غ ح ج ك و خ ف ع ق ي م ه)

مثال: المومنون، الکتاب، الحجاج، القائل وغیرہ۔

لام شمیہ:

اس سے مراد وہ "الف لام تعریف" ہے جو اسماء کے شروع میں آتا ہے اور اس کے بعد والا حرف مشدد ہوتا ہے، اس لام کو لکھا جاتا ہے لیکن اس کا تلفظ نہیں کیا جاتا۔

حروف قمریہ کے علاوہ چودہ حروف سے پہلے لام شمیہ آتا ہے۔

مثال: الناس، الضیم، الشمس وغیرہ۔

لام سے متعلق مزید چند قواعد

پہلا قاعدہ:

ہر وہ اسم جس کے شروع میں "لام" ہو جب اس پر "ال" داخل ہو جائے تو وہ وہاں دو لام لکھے جائیں۔

مثال: لیل: اللیل، لواء: اللواء، لئام: اللئام

دوسرا قاعدہ:

ہر وہ اسم جس کے شروع میں لام ہو اور معرف باللام ہو جب اس پر لام حرف جر یا لام مفتوح داخل ہو جائے تو وہاں ایک لام کو حذف کیا جائے گا کیونکہ تین لاموں کا اجتماع ناپسندیدہ ہے۔

مثال:

(1) "لله أشكو أمري" یہاں "لللہ" لکھنا غلط ہے۔

(2) الذي : للذي، التى : للتي.

تیسرا قاعدہ:

جب کسی اسم کے "الف لام" سے پہلے "حرف جر" آجائے تو الف کو حرف جر کے ساتھ ملا کر لکھا جائے گا اور اس کے بعد دوسرا الف نہیں لکھا جائے گا، لیکن اگر لام آجائے تو الف کو مکمل ختم کیا جائے گا۔

مثال:

(1) "النفس" پر جب باء داخل ہوجائے تو "بالنفس" لکھا جائے گا "باالنفس" لکھنا غلط ہوگا۔

(2) الملك : للملك، الجار : للجار

تاءِ مربوطہ کے قواعد

تعریف:

یہ وہ تاء ہے کہ جب اس کو ساکن کیا جائے تو یہ ہاء پڑھا جاتا ہے، یہ ہمیشہ کسی کے آخر میں آتا ہے۔

مثال: نسوة، بقرة، إخوة، صلاة، قضاة وغیرہ۔

مواقع استعمال:

☆ صفات میں تذکیر و تانیث کے فرق کے لیے۔

مثال: قائم: قائمة۔ فاضل: فاضلة وغیرہ۔

☆ صفات میں تذکیر و تانیث کے بغیر صرف تانیث کے لیے۔

مثال: غرفة، قرية، بلدة

☆ عربی میں اشخاص کے ناموں۔

مثال: حمزة، طلحة وغیرہ۔

☆ کسی اسم جنس سے تمییز دینے کے لیے۔

مثال: ثمر: ثمرہ، بقر: بقرة، نخل: نخلة وغیرہ۔

☆ تعداد کو بیان کرنے کے لیے۔

مثال: ركبت الفرس ركبة

☆ ان مفردات کی جمع تکسیر میں جن کے آخر میں تاءِ ممدودہ نہ ہو۔

مثال: قاض: قضاة، ماش: مشاة، کافر: کفرة وغیرہ۔

☆ جن اسماء کے آخر میں تاء مدورہ مدح یا ذم میں مبالغہ کے لیے آئے۔

مثال: علامة، رحالة، لحانة۔

☆ وہ تاء جو اسم کے آخر میں فا یا عین یا لام کلمہ کے حذف کے عوض میں آئے۔

مثال: فاء کلمہ محذوفہ: وعد: عدة،

عین کلمہ محذوفہ: إقامة: إقوام،

لام کلمہ محذوفہ: لغة: لغا یلغو۔

☆ وہ تاء تانیث جو تین سے لے کر دس تک کی عدد میں یا معدود میں بڑھائی جائے۔

مثال: ثلاثة رجال، ثلاث نسوة۔

نوٹ: کسی اسم کے آخر میں جب تاء تانیث مربوطہ آتی ہے تو وقف کے وقت ہاء کی شکل لکھی جاتی ہے۔ جیسے حمزة، طلحة، فاطمة: حمزہ، طلحہ ،فاطمہ۔

تاءِ مبسوطہ کے قواعد

تعریف:

یہ وہ تاء تانیث ہے جو لمبی ہو اور وقف اور وصل دونوں میں پڑھا جائے۔

مواقع استعمال:

(1) جب کسی کلمہ میں تاء مربوطہ کو ضمیر کی طرف مضاف کیا جائے تو اس کو تاءِ مبسوطہ کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔

مثال: من طابت سریرته حمدت سیرته، البخیل حارس لنعمته خازن لورثته۔

(2) وہ تاء جو اسماء ثلاثیہ ساکن الوسط کے آخر میں ہو بشرطیکہ وہ اصل کلمہ میں سے ہو۔

مثال: بنت، بیت، أخت، موت۔

(3) وہ تاء جو ان کلمات کے آخر میں ہو اور اس سے پہلے واو ساکنہ یا یاء ساکنہ ہو۔

مثال: جبروت، بیروت، کبریت، عفریت۔

(4) اسماء افعال کے آخر میں آنے والی تاء۔

مثال: هات، هیهات

(5) وہ تاء جو جمع المذکر میں آئے۔

مثال: بیوتات، رجالات۔

(6) وہ تاء جو مونث سالم کے آخر میں ہو۔

مثال: مسلمات، صالحات، سیارات

(7)عجمی اسماء الاعلام جن کے آخر میں تاء آئے۔

مثال: هاروت، ماروت، برنادوت، شارلوت۔

(8)وہ تاء جو افعال کے آخر میں تاء ساکنہ کی شکل میں آئے۔

مثال: کتبت، أکلت۔

تنوین نصبی کے قواعد

تعریف:

تنوین نصبی سے مراد وہ دو زبر ہیں جو بعض اسماء کے آخر میں الف کے اوپر اور بعض میں الف کے بغیر آئے۔

مثال: رأیت غلاما، اشتریت مسطرة

الف کے بغیر تنوین نصبی کے مواقع:

(1)وہ اسم جس کے آخر میں تاء مربوطہ آئے۔

مثال: لبست قلنسوة،

(2)وہ اس جس کے آخر میں الف مقصورہ یا ممدوہ ہو۔

مثال: کسرت عصا، رأیت فتی۔

(3)وہ اسم جس کے آخر میں ہمزہ ہو اور اس سے پہلے الف ہو۔

مثال: شربت ماء، طالعت سماء، کرھت شتاء۔

(4)وہ اسم جس کے آخر میں الف اور اس کے اوپر ہمزہ ہو۔

مثال: انباته نبأ سارا، رایت زیدا ملجأ للمساکین۔

الف کے ساتھ تنوین نصبی کے مواقع:

(1)جس اسم کے آخر میں حرف صحیح موجود ہو۔

مثال: کتاب: کتابا، قلم: قلما

(2)وہ اسم جس کے آخر میں تاء مفتوحہ ہو۔

مثال: بنت: بنتا، وقت: وقتا۔

(3)وہ اسم جس کے آخر میں ہمزہ ہو اور اس سے پہلے حرف صحیح ساکن ہو۔

مثال: جزء: جزءا، ردء: ردءا

(4)وہ اسم جس کے آخر میں ہمزہ ہو اور اس سے پہلے واو یا یاء ہو۔

مثال: (الف) سوء: سوءا، مملوء: مملوءا (ب) شيء: شيئا، مجيء: مجيئا

نوٹ: تنوین نصبی کے لکھنے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ الف سے پہلے لکھا جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ الف کے اوپر۔

یاء (ی) کا قاعدہ

ہر وہ کلمہ جس کے آخر میں یا (ی) ہے اگر اس کے ماقبل کسرہ ہو تو یا (ي) کے نیچے دو نقطے لگائیں گے جیسے: في، شامي، اور اگر ماقبل فتحہ ہو تو پھر یا (ی) کے نیچے دو نقطے نہیں لگائیں گے۔ جیسے: مفتى به، إلى۔

تمرین

درج ذیل نص میں پیچھے ذکر کردہ قواعد کا اجراء کریں۔

اردو میں تذکیر و تانیث کے بعض قواعد

تانیث:

بعض اسماء جسامت میں بڑا ہونے کی بنا پر مذکر بولے جاتے ہیں لیکن جب اُن کے آخر میں یائے معروف (ی) لگا کر انہیں اسم مصغر میں بدل لیا جائے تو مؤنث بن جاتے ہیں۔ جیسے: تھیلا، ٹوکرا، صندوقچہ، تختہ، پہاڑ، ہتھوڑا، پیالہ مذکر ہیں اور تھیلی، ٹوکری، صندوقچی، تختی، پہاڑی، ہتھوڑی، پیالی مؤنث ہیں۔

جن اسموں کے آخر میں "ی" ہو وہ عام طور پر مؤنث ہوتے ہیں، جیسے: ٹوپی، مولی، چھڑی، نوکری، روٹی، سیڑھی البتہ موتی، گھی، دہی، پانی مذکر ہیں۔

جن اسمائے مصغّر کے آخر میں "یا" ہو وہ مؤنث بولے جاتے ہیں، جیسے: پڑیا، ڈبیا، لٹیا، کٹیا۔

ایسے سہ حرفی عربی الفاظ جن کے آخر میں "الف" ہو، مؤنث بولے جاتے ہیں۔ جیسے: ادا، وفا، جفا، عطا، سخا، رضا، حیا، قضا، خطا، ثنا، شفا، دغا، دعا۔

جن الفاظ کے آخر میں "ہ" یا "ھ" ہو بالعموم مؤنث آتے ہیں۔ جیسے: راہ، نگاہ، درگاہ، بارگاہ، چراگاہ، تنخواہ، پناہ، خانقاہ، توجہ، توبہ، سمجھ، سوجھ، بوجھ، جگہ، راکھ، ساکھ۔

تمام زبانوں کے نام مؤنث آتے ہیں۔ جیسے: اردو، فارسی، انگریزی، عربی، بنگالی، ہندی، پشتو۔

تمام نمازوں کے نام مؤنث ہوتے ہیں جیسے: فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، تہجد۔

تمام آوازیں مؤنث ہوتی ہیں۔ جیسے: بادل کی گرج، کوئل کی کُوکُو، مکھیوں کی بھنبھناہٹ، ہوا کی سرسراہٹ۔

جن اسمائے کیفیت یا حاصل مصدروں کے آخر میں "ت ی، گی، ش" ہو وہ عموماً مؤنث آتے ہیں۔ جیسے: شرافت، ندامت، بہادری، نیکی، بدی، دیوانگی، مردانگی، کوشش، بخشش۔

جن اسموں کے آخر میں "ائی" آئے وہ عموماً مؤنث ہوتے ہیں۔ جیسے: اچھائی، برائی، رنگائی، دھلائی، چڑھائی، اترائی۔

تذکیر:

جن اسمائے کیفیت کے آخر میں "اؤ"؛ "پن" آئے وہ بالعموم مذکر ہوتے ہیں۔ جیسے: جھکاؤ، بناؤ، بچپن، لڑکپن، دیوانہ پن، بھولا پن۔

تمام برّاعظموں، ملکوں اور شہروں کے نام مذکر ہیں۔ جیسے: ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکا، پاکستان، ایران، افغانستان، ہندوستان، گجرات، پشاور، لاہور، حیدر آباد۔

تمام پہاڑوں، سمندروں اور دریاؤں کے نام مذکر ہیں۔ جیسے: کوہ ہمالیہ، کوہ سلیمان، کوہ ہندوکش، بحرالکاہل، بحرِ اوقیانوس، بحرِ ہند، دریائے سندھ، دریائے جہلم، دریائے چناب۔ مگر گنگا، جمنا مؤنث ہیں۔

تمام سیّاروں کے نام مذکر ہیں۔ جیسے: چاند، سورج، زہرا، مشتری، عطارد، زحل، مریخ، مگر زمین مؤنث ہے۔

تمام دھاتوں کے نام مذکر ہیں۔ جیسے: سونا، تانبا، پیتل۔ مگر چاندی مؤنث ہے۔

تمام مہینوں اور دنوں کے نام مذکر ہین۔ جیسے محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ، ذوالحجہ اور جمعہ، ہفتہ، اتوار، پیر، منگل، بدھ مگر جمعرات مؤنث ہے۔

اردو میں انگریزی کے جو الفاظ مستعمل ہیں اُن کی تذکیر و تانیث کے معاملے میں اردو کے مستند ادیبوں کی پیروی کی جاتی ہے۔ مثلاً بائیسکل، پارٹی، میٹنگ، رجمنٹ، لاری، ڈیٹ، اپیل، کاپی، ٹیوب، پلیٹ، کلاس، لائن، مؤنث استعمال ہوتے ہیں اور اسٹیشن، ٹکٹ، سٹول، کمیشن، ایڈیشن، فوٹو، آفس، گیٹ، ڈپو، بل مذکر استعمال ہوتے ہیں۔

مندرجہ ذیل اسماء مذکر ہیں: قلم، اخبار، تار، ہوش، مزاج، عیش، قبض، دہی، درد، پرہیز، مرہم، جھاگ، مرض، ماضی، رتھ، پیاز، گوند، چرچا، کھوج، گھاٹ، الخبیر، میل، خلعت، بوریا، کلام، ایثار، انتظار، غار، سُر، لالچ، کھیل۔

مندرجہ ذیل اسماء مؤنث ہیں: سائیکل، ناک، گیند، چھت، معراج، تپ، ڈکار، راہ، پتنگ، آواز، کیچڑ، گھاس، جامن، اُردو، شراب، جھاڑو، بکواس، دوا، سوچ، بسم اللہ، سرسوں، دسترس، وعظ، بارود، تراز، محراب، میز، جنگ۔

مندرجہ ذیل الفاظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہیں: آغوش، نقاب، سانس، غور، طرز، فاتحہ، نشاط، متاع، مالا، املا، موٹر، آب وگِل، نشوونما، گزند۔

املا کی بعض غلطیوں کی نشان دہی

1) موقع: کوہائے مختفی کے ساتھ "موقعہ" لکھنا غلطِ محض ہے۔ "موقع" لکھنا چاہیے۔
2) متوفّٰی: بمعنی وفات پایا ہوا، میں کھڑی الف لگانا ضروری ہے۔ جو لوگ متوفی لکھتے ہیں غلطی پر ہیں۔
3) مسئلہ: اس لفظ پر ہمزہ ضرور لکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس کا غلط تلفظ عام ہوتا جا رہا ہے۔
4) دُوُم: (دوسرا) میں دال اور واؤ دونوں پر پیش ہے۔ اسے دوئم یا سوئم یا سیوم لکھنا غلط ہوگا۔ البتہ سوم (واوِ مجہول کے ساتھ) مشہور ہو چکا ہے۔
5) پروا: کا املا "پرواہ" غلط ہے۔ ہمیشہ "پروا" لکھنا چاہیے۔
6) عربی کے مصدر "مفاعلہ" اور اس وزن کے دوسرے مصادر، مثلاً: مشاعرہ، مصافحہ، معاملہ، مباحثہ، معاشقہ، معاہدہ، مطالعہ، محاسبہ، مشاہدہ، موازنہ وغیرہ کے چوتھے اور پانچویں حرف پر زبر آتا ہے اور عربی میں ان کا تلفظ اسی طرح کیا جاتا ہے، لیکن اُردو میں چوتھے حرف کے زبر کو زیر سے بدل لیتے ہیں یا چوتھے حرف کو ساکن کر لیتے ہیں۔ عام وخاص سب کا یہی طرزِ عمل ہے، اس لیے عربی کی تقلید میں اسی نوع کے الفاظ کے چوتھے حرف پر زبر لکھنا درست نہ ہوگا۔
7) ازدحام "ہجوم" کے معنی میں عربی لفظ ہے۔ اسے ز کے بجائے ژ سے اژدہام لکھنا صریحاً غلط ہے۔
8) شکوہ، کوہائے مختفی کے ساتھ لکھنا چاہیے، الف سے شکوا لکھنا غلط ہے۔
9) "عِرق النساء" ہمیشہ ع کے زیر کے ساتھ لکھنا چاہیے، اس لیے کہ زبر کے ساتھ اس کے معنی کچھ سے کچھ ہو جائیں گے۔
10) اُردو میں بعض مرکبات عربی کے طرز پر بنائے گئے ہیں، جیسے: عندالپڑتال، فوق البھڑک، قریب المرگ، گنج العرش، اول تو ان کے استعمال سے پرہیز کیا جائے اور اگر لکھنا ضروری ہو تو اسی طرح "الف لام" کے ساتھ لکھا جائے، اس لیے کہ اُردو میں ان کا استعمال عام ہو گیا ہے۔
11) "قدس سرہٗ" کو "قُدس سرہ" یعنی قاف کو مفتوح نہیں، مضموم لکھا جائے گا۔ اگر مفتوح لکھنا ہو تو قدس کے بعد اللہ کا لفظ بڑھا کر یوں لکھا جائے: قدّس اللہ سرہٗ۔
12) دوکان میں "واو" کی ضرورت نہیں، بغیر واو کے "دکان" لکھنا چاہیے۔
13) ذی قعدہ اور ذی الحجہ کو بعض نے ذوالعقدہ اور ذوالحجہ لکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ یہ مشورہ عربی کے نقطۂ نظر سے درست ہے لیکن اُردو میں رواج عام ذی قعدہ اور ذی الحجہ کا ہے، اس لیے یہی املا اب درست سمجھا جائے گا۔
14) انگریزی کے وہ الفاظ جن کے شروع میں ایس (S) آتا ہے اور تلفظ میں اِی (E) کی آواز نکلتی ہے، اُردو املا میں الف سے لکھے جائیں گے، جیسے: اسکول، اسپیشل، اسٹیٹ، اسپورٹ، اسٹول وغیرہ۔
15) عربی میں زکاۃ اور صلاۃ کے تلفظ کے مطابق لکھا جائے اور اُردو میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ لکھنا چاہیے۔ عربی کے مطابق لکھنا بھی جائز ہے۔
ایک لفظ ہے "مطمحِ نظر" اسے عام طور پر "مطمعِ نظر" لکھا جاتا ہے۔ اساتذہ نے اسے غلط قرار دیا ہے۔
16) "نقطۂ نظر" بمعنی سوچ، خیال، نظریہ، مرکزِ نگاہ ہے، جبکہ بعض لوگ ان معنوں میں "نکتۂ نظر" لکھتے ہیں۔ نکتہ باریکی، تہہ کی بات، لطیفہ یا چٹکلا کے معنی رکھتا ہے۔ جب سوچ یا نظر کا ارتکاز بیان کرنا مطلوب ہو تو "نقطۂ نظر" لکھنا چاہیے کہ اس میں وسعت نہیں، تحدید ہے۔ جب

زاویۂ نگاہ میں کسی قدر وسعت ہو اور ایک سے زیادہ احتمالات ہوں تو "نکتہ نظر" لکھنا چاہیے۔

17) "بالمشافہہ" اکثر بالمشافہ یعنی ایک "ہ" کے ساتھ لکھا جاتا ہے، یہ غلط ہے۔ اس کے آخر میں دو "ہ" آتی ہیں۔ ایک ہائے ہوز اور دوسری ہائے مختفی۔ دونوں لکھی جائیں تاکہ پڑھنے میں غلطی نہ ہو۔ بالمواجہہ کی بھی یہی صورت ہے۔

18) "مسالا" خواہ کھانے میں ذائقے کے لیے ڈالے جانے والے اجزا کے لیے استعمال ہو اور گرم مسالا کے لوازم میں سے ہو یا "گارے" یا "چونے" کے معنی میں، اس طرح لکھا جائے گا: "مسالا"۔ بعض لوگ مصالحہ یا مسالہ لکھتے ہیں یہ غلط ہے۔

19) انشاء اللہ کو بعض نے "ان شاء اللہ" لکھنے کا مشورہ دیا ہے، لیکن اردو میں انشاء اللہ ہی مروّج رہا ہے، تاہم جدید اصول املاء کے مطابق الگ الگ لکھنا زیادہ بہتر ہے۔

املا کی بعض مشہور غلطیاں

اُردو املا میں بعض الفاظ، حروف کو غیر ضروری طور پر ملا کر لکھے جاتے ہیں، یہ بھی ایک طرح کا غلط املا ہے، ان کی صحیح صورتیں یہ ہیں:

غلط	صحیح	غلط	صحیح
اِسکو، اُسکو	اِس کو، اُس کو	اِنکو، اُنکو	اِن کو، اُن کو
اِسلئے، کسکے	اس لیے، کس کے	اِسواسطے، کسواسطے	اِس واسطے، کس واسطے
اِسقدر، کسقدر	اِس قدر، کس قدر	اِسطرح، جسطرح	اِس طرح، جس طرح
جسکو، جسقدر، جسطرف	جس کو، جس قدر، جس طرف	پھلدار، طرحدار	پھل دار، طرح دار
مالدار، ایماندار	مال دار، ایمان دار	عقلمند، صحتمند، دولتمند	عقل مند، صحت مند، دولت مند
مجھکو، تجھکو، مجھسے، تجھسے	مجھ کو، تجھ کو، مجھ سے، تجھ سے	ہمکو، تمکو	ہم کو، تم کو
کیونکہ، کیونکر، حالانکہ	کیوں کہ، کیوں کر، حالاں کہ	چاہئے، کیجئے، لیجئے، دیجئے، پیجئے	چاہیے، کیجیے، لیجیے، دیجیے، پیجیے
لئے، دئے، کئے	لیے، دیے، کیے	خوبصورت، خوشبو	خوب صورت، خوش بُو
ٹیلیویژن یا ٹیلیوژن، ٹیلیفون	ٹیلی وژن، ٹیلی فون	یونیورسٹی، یونیفارم	یونی ورسٹی، یونی فارم
رہیگا، کہیگا، بہیگا	رہے گا، کہے گا، بہے گا	دلچسپ، دلپسند	دل چسپ، دل پسند
دلخراش، دلخواہ	دل خراش، دل خواہ	راہنما، راہگیر	راہ نما، راہ گیر
پہونچنا، سونچنا	پہنچنا، سوچنا	کی بجائے، کی مانند	کے بجائے، کے مانند

باب پنجم

مذاہب اربعہ کے کتبِ فقہیہ

کتب فقہیہ حنفیہ

کتب فقہیہ حنفیہ کی ترتیب پر ایک طائرانہ نظر

فقہ حنفی کی اہم کتابوں پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو وہ اس ترتیب سے لکھی گئیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 150ھ) سے علمِ فقہ حاصل کیا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 189ھ) نے، آپ نے چھ کتابیں تصنیف کیں:

1......المبسوط. 2......الجامع الصغیر. 3......الجامع الکبیر.

4......الزیادات. 5......السیر الصغیر. 6......السیر الکبیر.

ان چھ کتابوں کو سامنے رکھ کر امام حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 334ھ) نے اختصار کے ساتھ ایک مجموعہ تیار کیا، جس کا نام "الکافي في فروع الحنفية" تھا، اس "الکافي" کی علّامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 483ھ) نے "المبسوط" کے نام سے مکمل شرح کنویں سے زبانی اِملا کروائی، یہ شرح اس وقت "دار المعرفة" سے تیس (30) جلدوں میں طبع ہے۔ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 428ھ) نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو سامنے رکھ کر ایک مختصر متن "المختصر للقدوري" کے نام سے لکھا۔

علّامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 593ھ) نے "مختصر القدوري" اور "جامع الصغیر" امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے رکھ کر ایک متن مبتدی طلبہ کے لئے تیار کیا، اس کا نام "بداية المبتدي" رکھا، پھر اس متن کی تفصیلاً شرح لکھی "كفاية المنتهي" کے نام سے اسّی (80) جلدوں میں، پھر اس شرح کا اختصار "الهداية" کے نام سے چار جلدوں میں کیا۔ پھر "الهدايه" کو سامنے رکھ کر علّامہ تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پوتے علّامہ صدر الشریعۃ اصغر عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 747ھ) کے حفظ کرنے کے لئے "الوقاية" کے نام سے متن لکھا، پھر اس متن کی شرح علّامہ عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح الوقاية" کے نام سے لکھی، نیز آپ نے "الوقاية" متن کو مختصر کرکے ایک عمدہ انتخاب "النقاية" کے نام سے کیا۔ اس "النقاية" کی شرح ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1014ھ) نے "فتح باب العناية بشرح كتاب النقاية" کے نام سے تین جلدوں میں لکھی۔ اسی طرح علّامہ شمس الدین قہستانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 953ھ) نے "جامع الرموز" کے نام سے "النقاية" کی شرح لکھی۔ "شرح الوقاية" کی شرح علّامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1304ھ) نے "السعاية في كشف ما في شرح الوقاية" کے نام سے لکھی۔ نیز "عمدة الرعاية" کے نام سے آپ نے اس کتاب کا حاشیہ لکھا۔ علّامہ علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 540ھ) نے "مختصر القدوري" کو سامنے رکھ کر ترتیب وتہذیب اور اضافات کے ساتھ ایک متن "تحفة الفقهاء" کے نام سے لکھا۔ پھر اس متن کی شرح علّامہ ابو بکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 587ھ) نے "بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع" کے نام سے چھ جلدوں میں لکھی۔ جب یہ شرح مکمل ہوئی تو مصنف نے ماتن کی خدمت میں پیش کی، آپ کو یہ شرح بہت پسند آئی، چنانچہ اپنی فقیہ بیٹی فاطمہ کا نکاح آپ سے کردیا، مہر میں بدائع کو مقرر کیا، چنانچہ آپ کے زمانے میں مشہور ہوا "شَرَحَ تُحفَتَهُ وَتَزَوَّجَ ابْنَتَهُ"

چونکہ اس کتاب میں ایک نیا انداز اور عمدہ ترتیب واسلوب اختیار کیا گیا اس لئے اس کا نام "بدائع الصنائع" رکھا۔ علّامہ مجد الدین موصلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 683ھ) نے "المختار للفتوى" کے نام سے ایک مختصر متن لکھا، پھر خود ہی اس کی شرح "الاختيار لتعليل المختار" کے نام

سے لکھی۔ صاحبِ عقائدِ نسفیہ علّامہ عمر بن محمد نسفی (متوفی 537ھ) نے "منظومة الخلافيات" کے نام سے کتاب لکھی جس کی شرح علّامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود، متوفی 710ھ) نے "المستصفى" کے نام سے لکھی، پھر اس کا اختصار "المصفّى" کے نام سے کیا۔ علّامہ مظفر الدین احمد بن علی ساعاتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 694ھ) نے قدوری اور منظومہ کو سامنے رکھ کر ایک متن "مجمع البحرين" کے نام سے لکھا، اس میں قدوری کے سب مسائل آگئے ہیں، اس لئے متاخرین نے متونِ اربعہ (کنز، وقایہ، مختار، مجمع) کو ترجیح دی ہے، اس میں قدوری کو شامل نہیں کیا، اس لئے کہ قدوری کے تمام مسائل "مجمع البحرين" میں آگئے۔ علّامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 956ھ) نے "ملتقى الأبحر" کے نام سے ایک متن لکھا، اس میں قدوری، کنز، مختار، وقایہ کے مسائل کو جمع کیا گیا ہے، اور کچھ مسائل کا اضافہ "هدايه" اور "مجمع البحرين" سے بھی کیا ہے، اس متن کی شرح علّامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف داماد آفندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1078ھ) نے "مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر" کے نام سے دو جلدوں میں شرح لکھی۔ علّامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ تمر تاشی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1004ھ) نے "تنوير الأبصار" کے نام سے ایک متن لکھا، پھر علّامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1088ھ) نے "الدر المختار شرح تنوير الأبصار" کے نام سے اس کی شرح لکھی، پھر اس پر علّامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1252ھ) نے حاشیہ لکھا جو "رد المحتار على الدر المختار" کے نام سے معروف ہے، اس کو فتاوی شامی اور حاشیہ ابن عابدین بھی کہتے ہیں۔ "الدر المختار" مرکبِ توصیفی ہے اس کا معنی ہے "منتخب موتی" اور "رد المحتار" یہ مرکبِ اضافی ہے، محتار اسمِ مفعول کا صیغہ ہے بمعنی حیران، لہٰذا "رد المحتار" کا معنی ہے حیران طلبہ کی رہنمائی، مکمل کتاب کا نام یہ ہے "رد المحتار على الدر المختار في شرح تنوير الأبصار" یعنی حیران طلبہ کو پھیرنا منتخب موتیوں کی طرف جو آنکھوں کو روشن کرنے والے ہیں۔ علّامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1069ھ) نے "نور الإيضاح" کے نام سے ایک متن لکھا، پھر خود اس متن کی شرح "مَراقِي الفلاح شرح نور الإيضاح" کے نام سے کی، اس کتاب پر حاشیہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1231ھ) نے لکھا، اس کا نام "حاشية الطحطاوي على مَراقِي الفلاح" ہے۔ [کتبِ فقہ، اصولِ فقہ اور اردو فتاوی کا تعارف، مفتی محمد نعمان، ص134۔135۔136، مکتبہ المتین، کراچی]

کتبِ فقہ کا تعارف

بنیادی طور پر فقہ حنفی کے مصادر کے تین حصے کیے گئے ہیں:

1......مسائل الاصول 2......مسائل النوادر 3......فتاویٰ اور واقعات

مسائل الأصول

جن کو ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں، یہ وہ مسائل ہیں جو ائمہ مذہب یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم سے مروی ہیں، ان تین حضرات کو ائمہ ثلاثہ کہا جاتا ہے، یہ وہ مسائل ہیں جنہیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مندرجہ ذیل چھ (6) کتابوں میں ذکر کیے ہیں:

1......المبسوط. 2......الجامع الصغیر. 3......الجامع الکبیر.

4......الزیادات. 5......السیر الصغیر. 6......السیر الکبیر.

ان کو ظاہر الروایہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے شہرت کے ساتھ قابلِ اعتماد راویوں کے ذریعے منقول ہیں۔

مسائل النوادر

یہ وہ مسائل ہیں جو مذکورہ بالا ائمہ مذہب ہی سے منقول ہیں مگر وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا چھ کتابوں میں مذکور نہیں ہیں، بلکہ آپ کی دیگر فقہی کتابوں میں مذکور ہیں، جیسے کیسانیات (یہ وہ مسائل ہیں جو شعیب بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیے ہیں) ہارونیات (یہ وہ مسائل ہیں جو ہارون الرشید کے لئے یا اس سے تعلق کے زمانے میں بیان کیے ہیں) جرجانیات (یہ وہ مسائل ہیں جو علی بن صالح جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیے ہیں) رقّیات (یہ وہ مسائل ہیں جن کو آپ نے رِقّہ شہر میں قیام کے دوران بیان کئے، ان مسائل کو امام ابن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے روایت کیا ہے)

چونکہ یہ کتابیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی چھ کتابوں کی طرح واضح، ثابت اور صحیح روایات کے ساتھ مروی نہیں ہیں، اس لئے ان کو مسائل النوادر اور مسائل غیر ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے۔

الفتاویٰ والواقعات

فتاویٰ اور واقعات ایک ہی مفہوم کے لئے دو لفظ ہیں، یہ وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے اس وقت مستنبط کیے جب اِن سے وہ مسائل دریافت کیے گئے، اور ائمہ مذہب متقدمین سے ان مسائل کے بارے میں انہیں کوئی روایت نہیں ملی۔

مسائل الأصول (ظاهر الرواية)

المبسوط

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا چھ کتابوں میں سب سے پہلے لکھی جانے والی کتاب "المبسوط" ہے، اس کو "الأصل" بھی کہتے ہیں، اس کو اصل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلے تصنیف کی گئی ہے، اور مبسوط اس لئے کہتے ہیں کہ یہ باقی کتابوں سے اہم اور مفصل ہے، نیز یہ ظاہر الروایہ کی دیگر کتابوں کے لئے بنیاد ہے۔

علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں:

وَاشْتَهَرَ الْمَبْسُوطُ بِالْأَصْلِ وَذَا لِسَبْقِهِ السِّتَّةَ تَصْنِيفًا كَذَا

اور مبسوط اصل کے نام سے مشہور ہوئی ہے، اور یہ بات ان کی چھ تصانیف میں مقدم ہونے کی وجہ سے ہے (پس یہ گویا دیگر کتابوں کے لئے بنیاد ہے)۔

اہل کتاب میں سے ایک عقلمند شخص نے مبسوط کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہتے ہوئے اسلام قبول کر لیا تھا:

هٰذا كِتَابُ مُحَمَّدِكُمُ الْأَصْغَر! فَكَيْفَ كِتَابُ مُحَمَّدِكُمُ الْأَكْبَر؟

جب تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب کا یہ عالَم ہے تو تمہارے بڑے محمد (ﷺ) کی کتاب (قرآن) کا کیا حال ہوگا۔

فقہی کتابوں میں جب یہ آتا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات مثلاً "کتاب الحوالۃ" یا "کتاب الکفالۃ" یا "کتاب الھبۃ" میں لکھی ہے تو اِس سے مراد مبسوط ہی کی کتابیں ہوتی ہیں۔

فقہائے حنفیہ میں سے بہت سے حضرات نے اس کتاب کی شرح لکھی ہے، جن میں شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 483ھ) کی "مبسوط البکری" اور شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفّٰی 448ھ) کی "شرح المبسوط" ہے۔

الجامع الصغیر

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "المبسوط" کے بعد "الجامع الصغیر" لکھی ہے، علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَامِعُ الصَّغِيْرُ بَعْدَهُ فَمَا فِيْهِ عَلَى الْأَصْلِ لِذَا تَقَدَّمَا

مبسوط کے بعد "الجامع الصغیر" (باقی کتابوں سے مقدم) ہے، لہٰذا اجوبات الجامع الصغیر میں ہے وہ اسی وجہ سے مبسوط سے مقدم ہے یعنی چونکہ جامع صغیر کی تصنیف بعد میں ہے اس لئے وہ بمنزلہ ناسخ ہے اور مبسوط بمنزلہ منسوخ کے ہے اور بوقتِ تعارض اس کے اقوال اصل (مبسوط) کے اقوال سے مقدم ہوں گے۔

سببِ تالیف

علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کا سببِ تالیف یہ ہوا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ایک ایسی کتاب مرتب کریں جس میں ان کی سند سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال ذکر کیے جائیں، تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیلِ حکم میں یہ کتاب لکھی، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اس کو بہت پسند کیا:

أَنَّ أَبَا يُوْسُفَ مَعَ جَلَالَةِ قَدْرِهٖ لَا يُفَارِقُهُ فِي سَفَرٍ وَلَا حَضَرٍ.

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ باوجود جلالتِ شان کے ہمیشہ سفر و حضر میں اس کتاب کو ساتھ رکھتے تھے۔

امام علی رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ فَهِمَ هٰذَا الْكِتَابَ فَهُوَ أَفْهَمُ أَصْحَابِنَا، وَكَانُوْا لَا يُقَلِّدُوْنَ أَحَدًا الْقَضَاءَ حَتّٰى يَمْتَحِنُوْهُ بِهٖ.

جو شخص اس کتاب کو سمجھ لے وہ احناف میں فہیم ترین آدمی ہے، اور علمائے احناف جب تک اس کتاب میں امتحان نہیں لیتے تھے کسی کو عہدۂ قضا پر فائز نہیں کرتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں چالیس فقہی کتب (کتاب الصلاۃ، کتاب الزکاۃ) وغیرہ قائم کیں، لیکن ان کے تحت ابواب قائم نہیں کیے جیسا کہ مبسوط میں کیے تھے، تو امام ابو طاہر دباس رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا تاکہ استفادہ کرنے والوں کے لئے آسانی ہو۔

اس کتاب کی شرح علّامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1304ھ) نے "النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر" کے نام سے لکھی۔

الجامع الکبیر

امام جمال الدین بن عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے محرم 615ھ کو موصل سے قاضی شرف الدین بن عُنین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خط میں یہ لکھا:

كنتُ منذ زمن طويل تأملتُ كتاب الجامع الكبير لمحمد بن الحسن رحمه الله وارتقم على خاطري منه شيء والكتاب في فنه عجيب غريب لم يصنَّف مثله.

میں ایک طویل عرصے سے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الجامع الکبیر" میں غوروفکر کررہاہوں اور میرے دل میں اس کا کچھ حصہ نقش ہوگیاہے، اور یہ کتاب اپنے فن میں عجیب وغریب ہے، اس جیسی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے "الجامع الکبیر" کو ایک بڑی جماعت نے روایت کیا، اس کے مشہور راویوں میں امام سلیمان جوزجانی، امام ابوحفص کبیر، امام علی بن معبد بن شداد اور محمد بن سماعہ تمیمی رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

محققین نے اس کی بہت سی شروحات لکھیں ہیں جن میں دو یہ ہیں: (1) شرحِ جامعِ الکبیر فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ۔ (2) شرحِ جامعِ الکبیر للشیخ علی بن محمد البزدوی رحمۃ اللہ علیہ۔

الزیادات وزیادات الزیادات

یہ دونوں کتابیں "الجامع الکبیر" کا تکملہ اور تتمہ ہیں، علّامہ ابوالوفاء افغانی رحمۃ اللہ علیہ علّامہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ سے "شرح زیادات الزیادات" کے مقدمے میں نقل کرتے ہیں:

جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ "الجامع الکبیر" کی تالیف سے فارغ ہوئے توانہیں کچھ ایسی تفریعات یاد آئیں جوانہوں نے "الجامع الصغیر" میں ذکر نہیں کی تھیں، توانہوں نے ایک کتاب لکھی تاکہ اس میں وہ تفریعات ذکر کردیں، اس کتاب کا نام انہوں نے "الزیادات" رکھا، پھر انہیں مزید کچھ فروعات یاد آئیں توانہوں نے ایک کتاب ان فروعات کے ذکر کے لئے تصنیف کی اور اس کا نام "زیادات الزیادات" رکھا، اس کی تکمیل سے پہلے ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا اور وہ اسے مکمل نہیں کرپائے۔

محققین نے اس کی بہت سی شروحات لکھیں ہیں جن میں دو یہ ہیں: (1) مولانا محمد قاسم اشرف صاحب کی "شرح الزیادات"۔ (2) اور امام قاضی خان حسن بن منصور بن محمود کی "شرح الزیادات"۔

السیر الصغیر

فقہ کی اصطلاح میں "سیر" اُن قوانین کو کہاجاتاہے جن کا تعلق جنگ وامن، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات اور مسلم وغیر مسلم ممالک کے باہمی روابط سے ہوتاہے، قانون کی تاریخ میں اس موضوع پر پہلی کتاب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف کی ہے، جوکہ "السیر الصغیر" ہے۔

امام حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 334ھ) نے اپنی کتاب "الکافی" میں اس کو مکمل نقل کیا ہے، علّامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 483ھ) نے "المبسوط" میں اس کی شرح کی ہے۔

یہ کتاب ماضی قریب تک مخطوطہ کی شکل میں تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطافرمائے حضرت ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ کو جنہوں نے نہایت جستجو وتلاش اور مختلف قلمی نسخوں اور مخطوطات سے تحقیق کرکے عمدہ حواشی اور تشریحات کے ساتھ انگریزی زبان میں اس کی شرح اور مقدمہ لکھا، یہ کتاب ادارہ بحوث

اسلامی، اسلام آباد سے شائع ہوئی ہے۔ نیز یہ کتاب شیخ محمد مجید خدوری کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ 283 صفحات پر "الدار المتحده للنشر "بیروت سے چھپ گئی ہے۔

السیر الکبیر

یہ کتاب ظاہر الروایہ کی چھ کتابوں میں تصنیف کے اعتبار سے سب سے آخری کتاب ہے، علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ آخِرُ السِّتَّةِ تَصْنِيْفًا وَرَدْ اَلسِّيَرُ الْكَبِيْرُ فَهُوَ الْمُعْتَمَدُ

اور منقول ہے کہ چھ کتابوں میں آخری تصنیف سیر کبیر ہے، پس وہی معتمد ہے۔

یہ کتاب بین الاقوامی قوانین پر لکھی گئی ہے، اس میں جنگ اور صلح، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات، حالتِ جنگ، قیدیوں اور غنائم کے متعلق تفصیلی احکامات ہیں۔ یہ کتاب اُس دور میں لکھی گئی جب بین الاقوامی تعلقات کے لئے نہ تو کوئی مدوّن قانون تھا اور نہ ہی اس کو کوئی جانتا تھا۔ یہ کتاب الگ سے تو مطبوعہ نہیں ہے، البتہ علّامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت محققانہ شرح کے ساتھ پانچ جلدوں میں "الشرکۃ الشرقیات للإعانات" سے 1971ء میں شائع ہوئی ہے۔

فقہ حنفی کے متون

مختصر القدوري

"مختصر القدوري" امام احمد بن محمد بن احمد قدوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 428ھ) کی تصنیف ہے، آپ قدوری کے نام سے معروف ہیں، یا (1) تو اس لیے آپ کو قدوری کہتے ہیں کہ آپ جہاں کے باشندے تھے اُس جگہ کا نام "قدورہ" تھا، اور یا (2) قدور "قِدر" کی جمع ہے بمعنی ہانڈی، آپ ہانڈیاں بنایا کرتے تھے اس لیے آپ کو قدوری کہتے ہیں، اور یا (3) آپ ہانڈیاں فروخت کرتے تھے اس لیے آپ کو قدوری کہتے ہیں۔

اگر یہ دو شروحات کسی کے پاس ہوں تو اُسے فی الجملہ کسی اور شرح کی ضرورت نہیں ہے:

1...... "الجوهرة النيرة على مختصر القدوري" علّامہ ابوبکر بن علی حدادی یمنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 800ھ)

2...... "اللباب في شرح الكتاب" علّامہ عبد الغنی میدانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1298ھ)

اور مفتیٰ بہ راجح قول کی نشاندہی کے لیے علّامہ قاسم بن قُطلُوبغا رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 879ھ) کی "التصحيح و الترجيح" بھی مطالعہ میں رکھیں۔

تحفة الفقهاء

"تحفة الفقهاء" علّامہ علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 540ھ) کی تالیف ہے۔

آپ نے مختصر القدوری کو سامنے رکھ کر ترتیب و تہذیب اور اضافات کے ساتھ ایک متن "تحفة الفقهاء" کے نام سے لکھا۔

اس کتاب میں امام قدوری سے جو مسائل رِہ گئے تھے ان کا اضافہ ہے، حسبِ ضرورت دلائل کا تذکرہ ہے، اختصار کے ساتھ فقہاء کے نقطہ نظر کی وضاحت ہے، اس کی تعبیر نہایت عام فہم اور مربوط ہے، یہ کتاب دار الكتب العلميه سے تین (3) جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔

بداية المبتدي

یہ متن شیخ الاسلام علّامہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی (متوفیٰ 593ھ) کا ہے۔

جب آپ علومِ متداولہ سے فارغ ہوئے تو آپ کے بارے میں مشہور ہوا "لم تر العيونُ مثلَه في العلم و الأدب"۔

اس کتاب میں انہوں نے قدوری اور جامع الصغیر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کو جمع کیا ہے۔ کتاب کے ابواب کو جامع الصغیر کے طرز پر مرتب کیا، قدوری کے مسائل کو پہلے اور جامع الصغیر کے مسائل کو بعد میں ذکر کیا۔

پھر اس متن کی تفصیلاً شرح لکھی "كفاية المنتهى" کے نام سے اسّی (80) جلدوں میں، پھر اس شرح کا اختصار "الهداية" کے نام سے چار جلدوں میں کیا۔

الوقاية/النقاية

یہ متن علامہ تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد بن عبید اللہ رحمہ اللہ (متوفیٰ 673ھ) کا ہے، یہ متن قدوری اور ہدایہ کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے، مصنف رحمہ اللہ نے یہ متن اپنے پوتے علامہ صدر الشریعہ اصغر عبید اللہ بن مسعود رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۴۷ھ) کے حفظ کے لیے لکھا، پھر علامہ عبید اللہ بن مسعود جن کے لیے یہ متن لکھا گیا تھا، انہوں نے اس متن کی شرح لکھی، جسے "شرح الوقاية" کہا جاتا ہے، آپ نے اختصار کر کے ایک متن "النقاية" کے نام سے لکھا، اس متن کی شرح ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۱۴ھ) نے "فتح باب العناية بشرح النقاية" کے

نام سے تین جلدوں میں لکھی ، یہ شرح شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) کے حواشی و تعلیقات کے ساتھ "مطبوعات الإسلامية" حلب سے طبع ہے، اس شرح میں احادیث وآثار کا وافر مقدار میں ذخیرہ موجود ہے، یہ ان لوگوں کے لیے دندان شکن جواب ہے جو کہتے ہیں احناف کے پاس احادیث وآثار نہیں ہیں، "شرح الوقاية" کی سب سے عمدہ، جامع اور مدلل شرح علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) کی "السعاية في كشف ما في شرح الوقاية" ہے، یہ شرح "مکتبہ سہیل اکیڈمی" لاہور سے طبع ہے۔

المختار للفتویٰ

یہ متن علّامہ مجد الدین موصلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 683ھ) کا ہے، پھر خود ہی اس کی شرح "الاختيار لتعليل المختار" کے نام سے لکھی، اس شرح کے مقدمے میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ اہلِ علم اور طلبہ کی فرمائش پر میں نے اس کتاب کی شرح لکھی، علّامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1304ھ) فرماتے ہیں:

وقد طالعتُ المختارَ والإختيارَ، وهما كتابان معتبران عند الفقهاء.

میں نے مختار اور اختیار کا مطالعہ کیا، یہ دونوں فقہاء کے ہاں معتبر کتابیں ہیں۔

یہ شرح شیخ محمد محی الدین عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ حلبیہ قاہرہ سے 1372ھ میں طبع ہوئی، پھر یہ شرح مکتبہ صبیح سے 1380ھ میں پانچ (5) جلدوں میں طبع ہوئی۔

مجمع البحرين

علّامہ مظفر الدین احمد بن علی ساعاتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 694ھ) نے قدوری اور منظومۃ الخلافیات کو سامنے رکھ کر ایک متن "مجمع البحرين" کے نام سے لکھا، اس میں قدوری کے سب مسائل آگئے ہیں، اس لئے متاخرین نے متونِ اربعہ (کنز، وقایہ، مختار، مجمع) کو ترجیح دی ہے، اس میں قدوری کو شامل نہیں کیا، اس لئے کہ قدوری کے تمام مسائل "مجمع البحرين" میں آگئے۔ چونکہ اس میں قدوری اور منظومۃ الخلافیات کے مسائل کو جمع کیے گئے ہے اس لئے اسکا نام "مجمع البحرين" رکھا۔

"منظومة الخلافيات" صاحبِ عقائدِ نسفیہ علّامہ عمر بن محمد نسفی (متوفیٰ 537ھ) کی تصنیف ہے، جس کی شرح علّامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود، متوفیٰ 710ھ) نے "المستصفى" کے نام سے لکھی، پھر اس کا اختصار "المصفّى" کے نام سے کیا۔

آپ نے ایک کتاب اصولِ فقہ میں لکھی "بديع النظام الجامع بين كتابى البزدوى والإحكام" اس کتاب میں انہوں نے علّامہ فخر الاسلام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 482ھ) کی "أصول البزدوى" اور علّامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 631ھ) کی "الإحكام فى أصول الأحكام" کے مباحث کو فصلوں کی ترتیب پر جمع کیا ہے، ان دونوں کتابوں کے متعلق علّامہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی فرماتے ہیں:

قد طالعتُ البديعَ والمجمعَ وهما كتابان فى غاية اللطف واللطافة.

كنز الدقائق

یہ متن علّامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 710ھ) کا ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں تفسیر میں "مدارك التنزيل المعروف تفسير المدارك" اصولِ فقہ میں "منار الأنوار" اس کی شرح ملّا جیون رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1130ھ) نے "نور الأنوار" کے نام سے لکھی، فقہ میں "كنز الدقائق" ہے، یہ متن اپنی جامعیت، ترتیب وتہذیب اور حسن اختصار کی وجہ سے یوم تصنیف سے لے کر اب تک اہلِ علم کے درمیان

معروف ہے۔

یہ متن مکتبہ مجیدی کانپور سے 1320ھ میں طبع ہوا، پھر یہ متن ہندوستان میں علّامہ محمد احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی کے ساتھ 1328ھ میں طبع ہوا، کئی اہلِ علم نے اس کتاب پر حواشی اور شروحات لکھیں، چند شروحات مندرجہ ذیل ہیں:

1 ...... "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" علّامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 743ھ)

2...... "الفتح المعین علی شرح الکنز لملا مسکین" معین الدین محمد بن عبد اللہ المعروف ملا مسکین رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 811ھ)

3...... "البحر الرائق شرح کنز الدقائق" علّامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 970ھ)

درر البحار في الفروع

یہ شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد یوسف بن الیاس قونوی (متوفیٰ ۷۸۸ھ) کی تصنیف ہے، حاجی خلیفہ اس متن کے بارے میں فرماتے ہیں: "هو متن مشهور مختصر" اس متن کی مقبولیت کی وجہ سے کئی اہل علم نے اس کی شرح لکھی، ان میں معروف شروح مندرجہ ذیل ہیں:

1۔۔ محمد بن محمد بن محمود بخاری (متوفیٰ ۸۵۰ھ) نے اس متن کی شرح "غرر الافکار شرح درر البحار للقونوي" کے نام سے لکھی۔

2۔۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن خضر (متوفیٰ ۸۵۰ھ) نے مصنف کی زندگی میں اس متن کی شرح "الغوص لاقتباس نفاس الأسرار المودعة في درر البحار" کے نام سے لکھی۔

فائدہ: اس کتاب کے مسائل کو امام ابو المحاسن حسام الدین رہادی نے نظم کی صورت ترتیب دیا، اور اس کا نام "البحار الزاخرة" رکھا، اس نظم کے اشعار کی شرح علامہ بدر الدین عینی نے کی ہے، اور اس کا نام "درالبحار الزاهرة فی نظم البحار الزاخرة" رکھا۔

ملتقى الأبحر

امام ابراہیم بن محمد حلبی (متوفیٰ ۹۵۶ھ) نے مسائل فقہ پر ایک جامع کتاب لکھی، مصنف نے متون اربعہ "مختصر القدوري، كنز الدقائق، مختار، الوقاية" کے مسائل کو جمع کیا ہے، مجمع البحرین اور ہدایہ کے مسائل کا اضافہ کیا، راجح قول کو سب سے پہلے ذکر کیا، اس کا نام "ملتقیٰ الابحر" رکھا۔

تنوير الأبصار

علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ تمرتاشی (متوفیٰ ۱۰۰۴ھ) نے "تنوير الأبصار" کے نام سے متن لکھی، مصنف نے خود اس متن کی شرح "منح الغفار" کے نام سے لکھی۔

شروح کتبِ فقہ حنفیہ

شرح مختصر الطحاوي

یہ امام احمد بن علی ابو بکر جصاص رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۷۰ھ) کی تصنیف ہے، یہ کتاب امام طحاوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۲۱ھ) کی "مختصر

الطحاوي "کی شرح ہے، "مختصر الطحاوي "متن کی مطبوعہ شروحات میں یہی ایک مفصل شرح ہے، مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ "قال أبو جعفر "کہہ کر مسئلہ نقل کرتے ہیں، پھر "قال أحمد" سے اس مسئلہ کی توضیح کرتے ہیں، پھر "والدلیل علیه "کہہ کر قرآن وسنت اور آثار سے دلائل ذکر کرتے ہیں، اس میں عموماً ہر مسئلہ کو روایت و درایت دونوں پہلوؤں سے اجاگر کیا ہے، ائمہ احناف کے مذاہب اور دلائل ذکر کرتے ہیں، قولِ راجح کی وجوہِ ترجیح بھی ذکر کرتے ہیں، اس شرح میں روایات و آثار کا بہت بڑا ذخیرہ ہے، اور بعض مقامات پر اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کی ہیں، فقہی بصیرت اور دلائل سے طرزِ استدلال میں بے نظیر ہے، اگر اس شرح سے نفسِ مسائل اور دلائل بغیر اختلاف کے الگ سے ذکر کیے جائیں، تو یہ اہلِ علم کے لئے بہت مفید ہوگا، یہ شرح ان لوگوں کے دندان شکن جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس روایات و آثار نہیں ہیں، امام محمد رحمہ اللہ کی تصانیف کے بعد روایات و آثار سے استدلال میں یہ شرح تمام فقہی کتب میں ممتاز ہے، احناف کا کوئی مسئلہ اگر روایت کے بظاہر متعارض ہو تو متعدّد جوابات ذکر کرتے ہیں۔

المبسوط للسرخسي

"المبسوط "علّامہ محمد بن احمد بن ابی سہل المعروف شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 483ھ) کی تصنیف ہے۔

علّامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی مطبوعہ تصنیفات میں تین کتابیں ہیں:

1......المبسوط 2......شرح السير الكبير 3......أصول السرخسي

"المبسوط "امام حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 334ھ) کی "الكافي في فروع الحنفية "کی شرح ہے۔

علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَقْوَى شُرُوْحِهِ الَّذِيْ كَالشَّمْسِ مَبْسُوْطُ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ السَّرْخَسِيْ
مُعْتَمَدُ النُّقُوْلِ لَيْسَ يُعْمَلُ بِخُلْفِهِ وَ لَيْسَ عَنْهُ يُعْدَلُ

"الكافي "کی نہایت عمدہ شرح جو سورج کی طرح ہے، شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط ہے۔ وہ نقلِ مذہب میں قابلِ اعتماد ہے، نہیں عمل کیا جائے گا اِس کے خلاف قول پر، اور نہ اس سے روگردانی کی جائے گی۔

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کو حاکمِ وقت خاقان نے کنویں نُما گڑھے میں قید کیا تھا، ڈاکٹر صلاح الدین مُنجد نے "شرح السير الكبير "کے مقدمے میں ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ خاقان نے اپنی کنیز کو آزاد کرکے عدت سے پہلے ہی اس سے نکاح کرلیا تھا، امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے اس فعل پر اعتراض کیا، جس کی پاداش میں اس ظالم وجابر شخص نے تکبر اور رعونت کے عالم میں ایسی مقدس شخصیت کو نہایت بربریت کے ساتھ قید کرلیا، کئی سال تک آپ اس کنویں میں قید رہے، اسی قید وبند کی صعوبتوں اور تکلیفوں کے دوران آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "المبسوط "جو تیس (30) ضخیم جلدوں میں ہے زبانی محض اپنے حافظے سے اِملا کرواتے تھے، کسی کتاب کی مدد انہیں حاصل نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا تھا، ایک مرتبہ آپ درس کے حلقے میں بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو تین سو کُرّاسے (یعنی کاپیاں) حفظ تھیں، آپ نے اس پر فرمایا "حفظ الشافعي زكوٰة محفوظي "یعنی مجھے جتنا یاد ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی زکوٰۃ یاد تھی۔ علّامہ طاش کبری زادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو بارہ ہزار کاپیاں حفظ تھیں۔

علّامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً تمام فقہی ابواب کا اِس کتاب میں استیعاب کیا ہے، نہایت سہل اور واضح عبارت کے ساتھ مسائل ذکر کیے ہیں، احکامات اور دلائل تفصیلاً بیان کیے ہیں، ائمہ احناف کی آراء اور دلائل، فقہائے ثلاثہ میں خصوصاً امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے مذاہب ودلائل پھر اُن دلائل پر

مناقشہ بھی کرتے ہیں۔ امام احمد اور ظاہریہ کا مذہب بہت کم ذکر کرتے ہیں، مذہبِ احناف کے دلائل اور ترجیح میں جابجا احادیث وآثار سے استدلال کرتے ہیں، بسااوقات مذہبِ حنفی کے علاوہ اپنے قول کو بھی ترجیح دیتے ہیں اور اپنی رائے کی تائید میں دلائل بھی ذکر کرتے ہیں، اور کبھی حنفیہ اور دیگر مذاہب کے دلائل کو اِس طور پر جمع کرتے ہیں کہ تعارض دور ہوجائے۔

الهداية

یہ کتاب علّامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 593ھ) نے نہایت زہد وتقویٰ، اخلاص ولِلّٰہیت کے ساتھ لکھی، یہ کتاب تیرہ (13) سال کے عرصے میں مسلسل روزے کی حالت میں آپ نے لکھی، آپ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو اس عمل کی خبر نہ ہو۔

علّامہ طاش کبری زادہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 968ھ) نے اس مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے "بداية المبتدى" کی مفصل ومدلل شرح لکھی "كفاية المنتهى" کے نام سے اسّی (80) جلدوں میں، پھر اس شرح کا اختصار "الهداية" کے نام سے چار جلدوں میں کیا۔

کسی شاعر نے ہدایہ کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہوئے درج ذیل اشعار کہے ہیں:

إنَّ الْهِدَايَةَ كَالْقُرْاٰنِ قَدْ نَسَخَتْ   مَاصَنَّفُوْا قَبْلَهَا فِي الشَّرْعِ مِنْ كُتُبِ

فَاحْفَظْ قَوَاعِدَهَا وَاسْلُكْ مَسَالِكَهَا   يَسْلِمْ مَقَالُكَ مِنْ زَيْغٍ وَمِنْ كَذِبِ

"الهدايه" یہ پہلے مکتبہ خیریہ مصر سے 1326ھ میں طبع ہوئی۔ پھر یہ شیخ عبدالرحیم بن مصطفیٰ عدوی کی تحقیق اور تعلیق کے ساتھ مصطفیٰ البابی حلبی سے 1355ھ میں طبع ہوئی۔ پھر ہندوستان میں علّامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1304ھ) کے حواشی وتعلیقات کے ساتھ 1375ھ میں نہایت اہتمام کے ساتھ طبع ہوئی۔

ہدایہ پڑھاتے وقت حلِ کتاب کے لئے "البناية فى شرح الهداية" علّامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 855ھ) کی، تفصیلات، دلائل، جزئیات کے لئے "فتح القدير" علّامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ المعروف ابن ہُمام (متوفیٰ 861ھ) کی، اور تخریجِ احادیث کے لئے "نصب الراية لأحاديث الهداية" علّامہ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 762ھ) کی اور "العناية فى تخريج أحاديث الهداية" علّامہ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 775ھ) کی مطالعہ میں رکھیں۔

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع

یہ کتاب علّامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود بن احمد کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 587ھ) کی تالیف ہے، یہ کتاب "تحفة الفقهاء" کی شرح ہے، حسنِ ترتیب کے لحاظ سے آج تک اپنی نظیر آپ ہے، یہ کتاب نہ صرف فقہ حنفی میں بلکہ مطلق فقہ اسلامی میں ایک منفرد کتاب ہے۔

آپ فقہ حنفی کے دلائل کے ساتھ دیگر فقہاء کے مستدلات اور اُن کے جوابات بھی ذکر کرتے ہیں، اور مسئلہ کی وضاحت عقل ونقل دونوں سے کرتے ہیں، چونکہ اس کتاب میں ایک نیا انداز واسلوب اختیار کیا گیا ہے اسلئے اسکو "بدائع الصنائع" کا نام دیا گیا۔

جب یہ شرح مکمل ہوئی تو مصنف نے ماتن کی خدمت میں پیش کی، آپ کو یہ شرح بہت پسند آئی، چنانچہ اپنی فقیہ بیٹی فاطمہ کا نکاح آپ سے کردیا، مہر میں بدائع کو مقرر کیا، چنانچہ آپ کے زمانے میں مشہور ہوا "شَرَحَ تُحْفَتَهُ وَتَزَوَّجَ ابْنَتَهُ"۔

جب اس کتاب سے فتویٰ جاری ہوتا تو اس پر تین دستخط ہوتے سُسر، داماد اور بیٹی کی۔

علمِ فقہ میں مہارت اور دسترس کے لئے اِن تین کتابوں کو مطالعہ میں رکھیں:

1۔ بدائع الصنائع۔ 2۔ المجموع شرح المهذب۔ 3۔ المغنى

المجتبى شرح مختصر القدوري

یہ مختار بن محمود بن محمد ابو رجاء زاہدی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۶۵۸ھ) کی تصنیف ہے، یہ کتاب "مختصر القدوري" کی شرح ہے، یہ بات گزر چکی ہے کہ مصنف غیر مستند روایات، ضعیف اقوال اور رطب و یابس جمع کرتے ہیں، اس لئے جب تک دیگر اہلِ علم اور کتبِ فقہیہ سے اس کی موافقت نہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، ان کی تصانیف غیر معتبر ہیں، علامہ لکھنوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

صرح ابن وهبان وغيره أنه معتزلي الاعتقاد، حنفي الفروع، وتصانيفه غير معتبرة ما لم يوجد مطابقتها؛ لكونها جامعة للرطب واليابس.

ترجمہ: ابن وہبان اور دیگر اہلِ علم نے صراحت کی ہے کہ (امام زاہدی) عقائد میں معتزلی اور فروع میں حنفی تھے، ان کی تصانیف غیر معتبر ہیں، جب تک کہ (دیگر معتبر کتابوں سے) اس کی مطابقت نہ ہو، اس لیے کہ یہ رطب و یابس جمع کرنے والے ہیں۔

نهاية الكفاية

یہ امام احمد بن محمود بن عبید اللہ بن ابرہیم تاج الشریعہ (متوفیٰ 673ھ) کی تصنیف ہے، یہ ہدایہ کی شرح ہے، ان کی تصانیف میں معروف "الوقاية" متن ہے، جو انہوں نے "الهداية" سے انتخاب کیا ہے، یہ متن انہوں نے اپنے پوتے کے حفظ کیلئے لکھا تھا، پھر پوتے نے اس کی شرح "شرح الوقاية" کے نام سے لکھی۔

شرح الوقاية

"الوقاية" متن یہ علّامہ تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ اکبر احمد بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 673ھ) کا ہے اور یہ متن قدوری اور ہدایہ کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ متن اپنے پوتے علّامہ صدر الشریعۃ اصغر عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۷۴۷ھ) کے حفظ کرنے کے لیے لکھا، پھر اس متن کی شرح علّامہ عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۷۴۷ھ) نے "شرح الوقاية" کے نام سے لکھی، نیز آپ نے "الوقاية" متن کو مختصر کر کے ایک عمدہ انتخاب "النقاية" کے نام سے کیا، اس "النقاية" کی شرح ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1014ھ) نے "فتح باب العناية بشرح كتاب النقاية" کے نام سے تین جلدوں میں لکھی، یہ شرح عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1417ھ) کے حواشی و تعلیقات کے ساتھ مطبوعات الاسلامیہ حلب سے طبع ہے، اس شرح میں احادیث و آثار کا وافر مقدار میں ذخیرہ موجود ہے، یہ ان لوگوں کے لیے دندان شکن جواب ہے جو کہتے ہیں احناف کے پاس احادیث و آثار نہیں ہیں۔

"شرح الوقاية" کی سب سے عمدہ، جامع اور مدلل شرح علّامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1304ھ) کی "السعاية في كشف ما في شرح الوقاية" ہے، یہ شرح مکتبہ سہیل اکیڈمی لاہور سے چھپی ہے۔

تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق

علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۴۳ھ) نے اس شرح میں کتاب کو حل کیا ہے، غریب الفاظ کی وضاحت، صورتِ مسئلہ، مسئلہ کی توضیح، ائمۂ احناف کی تشریحات، ائمۂ ثلاثہ کے مذاہب، قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے مستحکم دلائل، دلائل میں احادیث اور آثار کا کثرت سے تذکرہ، حدیث پر صحت وضعف کا حکم، رُوات پر جرحاً و تعدیلاً گفتگو، راجح قول کی نشاندہی، مسائل سے متعلق دیگر تفریعات کا ذکر اس شرح کی اہم خصوصیت ہے، دلائل میں احادیث و آثار کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔

یہ شرح "مکتبۃ الکبری الأمیریۃ" سے ۱۳۱۳ھ میں چھ جلدوں میں طبع ہے، اس شرح پر علامہ شہاب الدین احمد بن محمد شبلی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۲۱ھ) نے نہایت مفید حاشیہ لکھا ہے، جو اصل کتاب کے ساتھ طبع ہے۔

معراج الدرایۃ إلی شرح الهدایۃ

یہ امام قوام الدین محمد بن محمد بخاری الکاکی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۴۹ھ) کی تصنیف ہے، جو "الهدایۃ" کی شرح ہے۔ حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۶۷ھ) اس شرح کے متعلق لکھتے ہیں:

أنه أراد بعد فقدان كتبه أن يجمع الفرائد من فوائد المشايخ والشارحين؛ ليكون ذلك المجموع كالشرح، وبين فيه أقوال الأئمة الأربعة من الصحيح والأصح والمختار والجديد والقديم، ووجه تمسكهم.

ترجمہ: مصنف نے کتابوں کے گم ہو جانے کے بعد ارادہ کیا کہ وہ مشائخ اور شارحین کے فوائد میں سے نکات کو جمع کریں تا کہ یہ مجموعہ بمنزلۂ شرح کے ہو جائے، اور ائمہ اربعہ کے اقوال میں سے صحیح، اصح، مختار اور جدید و قدیم قول کو بیان کریں اور ان کا طرزِ استدلال بھی بیان کریں۔

"البحر الرائق" اور "رد المحتار" میں اس شرح کے حوالے سے بہت سے مسائل و فوائد کا ذکر ہے، یہ شرح غیر مطبوعہ ہے۔

العنایۃ علی الهدایۃ

یہ علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۸۶ھ) کی تصنیف ہے، اس شرح کے متعلق حاجی خلیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وقد أحسن فيه وأجاد" یہ نہایت مفید شرح ہے، اس میں متوسط انداز میں کتاب کو حل کیا گیا ہے، ہر کتاب کی دوسری کتاب سے مناسبت، ہر کتاب کے شروع میں لغوی، اصطلاحی معنی، اُس کتاب کی اہمیت و ضرورت، ائمہ ثلاثہ کی آراء اور راجح مذہب کی نشاندہی نہایت منقح و مہذب انداز میں جچے تُلے الفاظ کے ساتھ مصنف کی مراد کی وضاحت کرتے ہیں، فقہی بصیرت اور استعداد کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے، یہ شرح دس جلدوں میں "دار الفکر" سے طبع ہے۔

السراج الوهاج الموضح لكل طالب محتاج

یہ ابو بکر بن علی بن محمد حداد زبیدیؒ (متوفیٰ ۸۰۰ھ) کی تصنیف ہے، مصنف نے قدوری کی دو شروح لکھی، ایک مفصل اور دوسری مختصر، یہ مفصل شرح ہے، اور مختصر شرح "الجوهرة النيرة" ہے، مولی برکلی نے اس کتاب کو غیر معتبر قرار دیا ہے، یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے، البتہ "الجوهرة النيرة" دو جلدوں میں طبع ہے۔

الجوهرة النيرة

یہ شرح "السراج الوهاج" کا اختصار ہے، حل کتاب کے اعتبار سے یہ نہایت مفید شرح ہے، اس میں لغات، حل عبارت اور مسائل کی اختصار کے ساتھ وضاحت ہے، مصنف اس شرح میں ہر کتاب کے شروع میں لغوی، اصطلاحی معنی بیان کرتے ہے،، سائل کی عام فہم انداز میں توضیح کرتے ہیں، ائمہ مذاہب کے اقوال ذکر کرتے ہیں، قرآن و سنت سے دلائل ذکر کرتے ہیں، عموماً راجح قول کی تعین بھی کرتے ہیں۔

الفتح المعين على شرح الكنز لملا مسكين

یہ شرح معین الدین محمد بن عبداللہ المعروف ملا مسکین (متوفیٰ بعد ۸۱۱ھ) کی ہے، علامہ شامیؒ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا ہیں کہ یہ

کتاب فتوی کے اعتبار سے ضعیف کتابوں میں ہے، اس شرح پر حاشیہ علامہ احمد بن عمر اسقاطی ؒ(متوفی ۱۱۵۹ھ) نے "حاشية على شرح ملا مسكين لكنز الدقائق" کے نام سے لکھا، یہ شرح "ایچ ایم سعید" کراچی سے تین جلدوں میں طبع ہے۔

جامع المضمرات والمشكلات

یہ امام یوسف بن عمر یوسف المعروف نبیرہ عمر بزار ؒ(متوفی ۸۳۲ھ) کی تصنیف ہے، یہ مختصر القدوری کی شرح ہے، اس شرح میں مختلف رموز اختیار کئے گئے ہیں، "الألف" سے اشارہ "الأنفع" نامی کتاب کی طرف، "الميم" سے اشارہ ہے "الينابيع و المنافع" کی طرف "الهاء" سے اشارہ ہے "الهداية" کی طرف "الباء" سے اشارہ ہے "المغرب" کی طرف، اس کے شروع میں ایک فصل فقہ اور فقہاء کی منفعت سے متعلق ہے، ایک فصل "اہلسنت والجماعت" کی وضاحت پر ہے، ایک فصل اس پر ہے کہ فتوی کس کے لئے دینا جائز ہے اور کس کے لئے نہیں، یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔

البناية في شرح الهداية

علامہ بدر الدین عینی ؒ(متوفی 855ھ) کی تصنیف ہے، علامہ عینیؒ کی تصانیف میں معروف "عمدة القاري شرح صحيح البخاري، نخب الأفكار تنقيح مباني الأفكار، البناية شرح الهداية، رمز الحقائق شرح كنز الدقائق، شرح سنن أبي داؤد، منحة السلوك شرح تحفة الملوك" ہیں۔

علامہ عینی کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ۹۰ سال کے قریب میری عمر ہے، جب میں نے یہ کتاب تصنیف کی، وفات سے پانچ سال قبل یہ تصنیف مکمل ہوئی، حلِ کتاب کے لحاظ سے ہدایہ کے شروح میں یہ سب سے زیادہ ممتاز ہے، مصنف نے حل لغات، غریب الفاظ کی وضاحت، ہدایہ کی عبارت کی توضیح، ائمہ احناف کے دلائل، امام ابو حنیفہ کی راجح قول کی نشاندہی، ائمہ ثلاثہ کے مذاہب و دلائل، ان کے دلائل کے جوابات، احادیث کی تخریج، احادیثِ احکام کا تفصیلی تذکرہ، مرفوع، موقوف، مقطوع تینوں ذخیروں سے استفادہ، نہایت سہل انداز میں موجود ہے، یہ شرح ۱۴۲۰ھ میں تیرہ جلدوں میں "دار الكتب العلمية" سے طبع ہے۔

رمز الحقائق في شرح كنز الدقائق

یہ شرح علامہ بدر الدین عینی ؒ(متوفی 855ھ) کی یہ کتاب "كنز الدقا ئق" کی شرح ہے، یہ شرح حل کتاب کے لحاظ سے مفید ہے، یاد رہے کہ علامہ شامی ؒ(متوفی 1252ھ) نے اس کتاب کو اُن کتب میں شمار کیا ہے، جن سے فتوی دینا جائز نہیں ہے:

ومن الكتب الغريبة لملا مسكين شرح الكنز والقهستاني؛ لعدم الاطلاع على حال مؤلفيهما، أو لنقل الأقوال الضعيفة، كصاحب القنية، أو لاختصار، كالدر المختار والنهر وشرح الكنز للعيني.

درر الحكام شرح غرر الاحكام

یہ علامہ محمد بن فراموز المعروف ملا خسروؒ(متوفی 885ھ) کی تصنیف ہے، مصنف کی تصانیف میں معروف "مرقاة الوصول في علم الأصول" ہے، "درر الحكام" یہ کتاب فقہ حنفی میں جلیل القدر اور عظیم النفع ہے۔

متن اور شرح دونوں کے مصنف ملا خسرو ہیں، اس کتاب پر علامہ حسن بن عمار شرنبلالی ؒ(متوفی 1069ھ) نے حاشیہ لکھا ہے، جو اصل

کتاب کے ساتھ حاشیہ میں طبع ہے۔

مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر

امام ابراہیم بن محمد حلبی (متوفیٰ۹۵۶ھ) نے مسائل فقہ پر ایک جامع کتاب لکھی، مصنفؒ نے متون اربعہ "مختصر القدوري، كنز الدقائق، مختار، الوقاية" کے مسائل کو جمع کیا ہے، مجمع البحرین اور ہدایہ کے مسائل کا اضافہ کیا، راجح قول کو سب سے پہلے ذکر کیا، اس کا نام "ملتقیٰ الابحر" رکھا۔

اس کی دو شرح مشہور ہیں:

مجمع الأنهر: یہ شرح علامہ عبدالرحمٰن بن شیخ محمد سلیمانؒ (متوفیٰ۱۰۷۸ھ) نے لکھی ہے، جو کہ دو جلدوں میں طبع ہے۔

الدر المنتقیٰ: علامہ حصکفیؒ (متوفیٰ۱۰۸۸ھ) نے لکھی، اس کا مخطوطہ "کتب خانہ دارالعلوم دیوبند" میں ہے۔

البحر الرائق شرح كنز الدقائق

یہ علامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیمؒ (متوفیٰ۹۷۰ھ) کی تصنیف ہے، مصنفؒ کے تصانیف میں معروف "الأشباه والنظائر، البحر الرائق، الرسائل الزينة (۱۴رسائل ہیں) اور الفتاویٰ الزينة" ہیں۔

یہ شرح سابقہ کتب کا خلاصہ ہے، اس میں جابجا فقہی کتب کے حوالے سے مسائل، دلائل اور تفریعات کا ذکر ہے، ظاہر روایہ اور راجح قول کی تعین، تسامحات کی نشاندہی، کثرت تفریعات کی وجہ سے کتب فقہ میں ممتاز ہے۔

مصنف نے اس کی شرح "الإجارة الفاسدة" تک لکھی، پھر اس شرح کا تکملہ علامہ محمد بن حسین بن علی طوری حنفیؒ (متوفیٰ۱۱۳۸ھ) نے لکھا۔ سب سے پہلے مکتبہ علمیہ سے ۱۳۱۱ھ میں طبع ہوئی، اس پر علامہ شامیؒ نے حاشیہ لکھا جو "منحة الخالق على البحر الرائق" کے نام سے اصل کتاب کے ساتھ طبع ہے۔ مولانا محمد نعمان صاحب نے ۱۸۰ تفریعات کا ذکر کیا ہے، جو مکتبہ رشیدیہ کے نسخہ میں شائع ہے۔

مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالیؒ (متوفیٰ۱۰۶۹ھ) نے "نور الإيضاح" کے نام سے عام فہم انداز میں مبتدی طلبہ کے لیے صرف مسائل کو یکجا کیا، پھر مصنف نے اس کی تفصیلی شرح "إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح" کے نام سے لکھی، پھر اس پر مفصل حاشیہ علامہ طحطاویؒ (متوفیٰ۱۲۱۳ھ) نے "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح" کے نام سے لکھی، یہ حاشیہ "دارالكتب العلمية" سے محمد عبدالعزیز خالدی کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوا ہے۔

إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح

یہ علامہ شرنبلالیؒ (متوفیٰ۱۰۶۹ھ) کی تصنیف ہے، یہ "نور الإيضاح" کی مفصل شرح ہے، لیکن غیر مطبوعہ ہے۔

الدر المختار شرح تنوير الأبصار

علامہ محمد بن علی بن محمد المعروف علاء الدین حصکفیؒ (متوفیٰ۱۰۸۸ھ) اپنے دور کے عظیم فقیہ، بلند پایہ ادیب و نحوی تھے، مصنفؒ نے پہلے ایک

طویل شرح لکھنی شروع کی، جس کا نام "خزائن الأسرار وبدائع الأفكار" رکھا، یہ شرح دس ضخیم جلدوں میں "باب الوتر" تک تھی ، پھر مصنف نے اختصار کرکے "الدر المختار" لکھی،

الدر المختار کے تقریبا پندرہ شروح اور حواشی ہے، جن میں چند مشہور کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔۔۔علامہ ابن عابدین شامیؒ (متوفیٰ ۱۲۵۲ھ) نے "رد المحتار على الدر المختار" کے نام سے مفصل حاشیہ لکھا، جسے "حاشية ابن عابدين" اور فتاویٰ شامی بھی کہتے ہے۔

۲۔۔۔علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاویؒ (متوفیٰ ۱۲۳۱ھ) نے "حاشية الطحطاوي على الدر المختار" کے نام سے چار ضخیم جلدوں میں اس کا حاشیہ لکھا۔

یہ دونوں حواشی مطبوعہ ہے۔

مفاتيح الأسرار ولوائح الأفكار شرح الدر المختار

یہ شیخ عبد الرحمٰن بن ابراہیم بن احمد بن عبد الرزاقؒ (متوفیٰ ۱۱۳۸ھ) کی تصنیف ہے، یہ کتاب علامہ حصکفیؒ (متوفیٰ ۱۰۸۸ھ) کی "الدر المختار" کی شرح ہے۔

علامہ شامیؒ (متوفیٰ ۱۲۵۲ھ) نے "ردالمحتار" میں جابجا اس شرح کے حوالے سے مسائل وفوائد ذکر کئے ہیں، یہ شرح غیر مطبوعہ ہے۔

اللباب في شرح الكتاب

یہ علامہ عبد الغنی میدانیؒ (متوفیٰ 1298ھ) کی تصنیف ہے، قدوری پر لکھی گئی مطبوعہ شروحات میں مفصل شرح ہے، مصنف ہر کتاب کے شروع میں ماقبل سے مناسبت، لغوی واصطلاحی معنی اور اس کتاب یا باب میں استعمال ہونے والے اہم اصطلاحات ذکر کرتے ہیں، استدلال میں قران وحدیث اور قیاس سے دلائل ذکر کرتے ہیں، ائمہ احناف کے مذاہب اور دلائل ذکر کرنے کے بعد راجح قول کی عموما تعیین بھی کرتے ہیں، یہ جامع اور مفصل شرح چار جلدوں میں محمد محی الدین عبدالحمید کی تعلیق وتحقیق کے ساتھ "المكتبة العلمية" بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

السعاية في كشف ما في شرح الوقاية

یہ علامہ عبدالحی لکھنویؒ (متوفیٰ 1304ھ) کی تصنیف ہے، یہ شرح الوقایہ کی سب سے عمدہ، جامع اور مفصل شرح ہے، یہ ۹۰۰ صفحات پر مشتمل "فصل في القراءة" تک کی شرح ہے، اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی، تو کتب فقہ میں سب سے منفرد کتاب ہوتی، اس میں تفسیر ، حدیث، اصولِ حدیث ، فقہ ، اصولِ فقہ اور علومِ عربیت کے دریا موجزن نظر آتے ہیں، اس میں فقہاء کے مذاہب ، دلائل، وجۂ ترجیحات، طرزِ استدلال، احادیث کی اسنادی تحقیق، متعارض روایات کے درمیان تطبیق وترجیح اور اصولی مباحث تفصیل کے ساتھ ہیں، علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے شرح الوقایہ پر "عمدة الرعاية" کے نام سے ایک مختصر حاشیہ لکھا ہے۔

فتاوی وواقعات

كتاب النوازل

امام ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۷۳ھ) نے اپنی اس کتاب میں وہ نئے پیش آمدہ مسائل ذکر کیے، جن کے بارے میں ائمہ مذہب سے کوئی صراحت نہیں ہے، اور وہ مسائل بعد کے علماء نے استنباط کیے، نوازل (پیش آمدہ مسائل) کو کہتے ہیں، سب سے پہلے ان مسائل کو امام ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ نے جمع کیا۔

أَوَّلُ كِتَاب جمع فِي فتوَاهُمْ فِيمَا بَلَغَنَا كِتَابُ النوَازِلِ لِلْفَقِيهِ أَبِي الليث السمرقندي.

یہ کتاب "فتاوى النوازل" کے نام سے بھی معروف ہے، اور اسے "مجموع النوازل" بھی کہا جاتا ہے، یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔

فائدہ:

امام ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ نے دو کتابیں تصنیف کیں: (1) النوازل (۲) عيون المسائل، انہوں نے "العيون" میں وہ مسائل اور آراء ذکر کیں، جو ان کے مشائخ کی تھیں، اور اس کے بارے میں کوئی صراحت کتب ظاہر الروایہ اور دیگر کتب میں نہیں تھیں، اور "النوازل" میں مشائخ کے فتاوی اور آراء کو جمع کیا اور کچھ اپنے شیوخ کے فتاوی کو بھی جمع کیا ہے۔

عيون المسائل

امام ابولیث نصر بن محمد سمرقندی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۷۳ھ) کی تصانیف میں معروف "بحر العلوم المعروف تفسير السمرقندي" اور "تنبيه الغافلين" ہیں، مصنف نے اس کتاب میں فقہی ابواب کی ترتیب پر مشائخ کے ائمۂ مذہب سے مروی وہ مسائل نقل کیے ہیں جو معروف کتب میں موجود نہیں تھے، ترقیمات کے ساتھ اس کتاب میں موجود مسائل کی تعداد (۲۴۲۹) ہے، اس میں فقہاء کے ما بین اختلافی مسائل اور دلائل کا ذکر نہیں ہے، بلکہ نفسِ مسائل کا ذکر ہے، یہ کتاب صلاح الدین ناہی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۸۴ھ میں "مطبعة أسعد" بغداد سے طبع ہے۔

الواقعات للناطفي

امام احمد بن محمد بن عمر الناطفی الطبری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۴۴۶ھ) امام ابو عبد اللہ جرجانی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور یہ امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، "الناطفي" ان کی نسبت ایک خاص قسم کی مٹھائی بنانے یا اس کی تجارت کی وجہ سے تھی، ان کی تصانیف میں "الأجناس، الفروق" اور "الواقعات" ہیں، "المحيط البرهاني" میں جابجا "الواقعات" سے مسائل ذکر کیے ہیں، ان سے جب کوئی مسئلہ ذکر کرتے ہیں تو لکھتے ہیں "وفي واقعات الناطفي" اسی طرح ہماری فقہی کتب میں اکثر امام ناطفی رحمہ اللہ کی "الأجناس" سے بھی مسائل ذکر کیے جاتے ہیں، خصوصاً "البناية" میں متعدّد مقامات پر "ونقل الناطفي في الأجناس" کہہ کر اور کبھی "ذكرها الناطفي في الأجناس" کہہ کر مسئلہ ذکر کرتے ہیں، یہ دونوں کتابیں اس وقت غیر مطبوعہ ہیں۔

النتف في الفتاوى

یہ امام ابوالحسن علی بن حسین سُغدی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۴۶۱ھ) کی نہایت ہی مفید کتاب ہے، اس کتاب کا اصل نام "النتف الحسان" ہے، النتف "نتفة" کی جمع ہے، جس کا معنی ہے "تھوڑاسا" اور "حسان" "حسنة" کی جمع ہے، پس "النتف الحسان" کا مطلب ہے "شاندار باتوں کا مختصر سا مجموعہ" اس میں حسنِ اسلوبی کے ساتھ فقہی ابواب کے طرز پر سہل انداز میں مسائل ذکر کیے ہیں، یہ اجمال کے بعد تفصیل ذکر کرتے ہیں، جس سے قاری میں طلب بھی پیدا ہوتی ہے، اور حفظ بھی آسان ہوتا ہے، یہی انداز موصوف کا مکمل کتاب میں رہا ہے، اس میں غیر متعلقہ مباحث، مرجوح اقوال اور طوالت سے اجتناب کر کے صرف مغز ذکر کیا ہے، یہ کتاب دکتور صلاح الدین ناہی کی تحقیق کے ساتھ "دار الفرقان" سے ۱۴۰۴ھ میں شائع ہوئی ہے۔

الواقعات الحسامي

امام عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ المعروف صدر الشہید رحمہ اللہ (متوفیٰ ۵۳۶ھ) صاحب ہدایہ اور صاحبِ محیط رضوی کے استاذ ہیں، یہ خراسان کے رہنے والے تھے، ان کا شمار اکابر حنفیہ میں ہوتا ہے، انہوں نے "الواقعات" کے نام سے کتاب تالیف کی، اس میں امام ابوالليث سمرقندی رحمہ اللہ کی "النوازل" امام ناطفی رحمہ اللہ کی "الواقعات" امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ کے "فتاوی" اور "فتاوى أهل سمرقند" کے مسائل کو جمع کیا ہے، اور بعض مسائل دیگر کتب سے بھی جمع کیے ہیں، اس کتاب میں ماخذ کا حوالہ رموز کی صورت میں دیتے ہیں، مثلا: "الواو" سے اشارہ "الواقعات" کی طرف "الباء" سے اشارہ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ کے "فتاوی" کی طرف "السين" سے اشارہ "فتاوى أهل سمرقند" کی طرف اور "العين" سے اشارہ امام ابوالليث سمرقندی کی "عيون المسائل" کی طرف اور "النون" سے اشارہ "النوازل" کی طرف ہوتا ہے، اس کتاب کا ذکر علامہ شامی رحمہ اللہ نے (ردالمحتار: ۶۹/۱) میں " الواقعات للصدر الشهيد" کے نام سے کیا ہے، ہماری فقہی کتابوں میں اس کتاب سے مسائل "وفي الواقعات للصدر الشهيد" کہہ کر نقل کیے جاتے ہیں، یہ کتاب اس وقت غیر مطبوعہ ہے، لیکن اس کے اکثر مسائل "المحيط البرهاني" میں موجود ہیں۔

الفتاوى الولوالجية

یہ امام ابوالفتح ظہیر الدین عبدالرشید ابوحنیفہ ولوالجی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۵۴۰ھ) کی تالیف ہے، ولواج افغانستان کا صوبہ بدخشان کا ایک قصبہ ہے، یہ فتاوی پانچ جلدوں میں "دار الكتب العلمية" سے طبع ہے، مصنف ہر باب کے تحت متعدّد فصلیں قائم کر کے ترتیب کے ساتھ مسائل اور جزئیات ذکر کرتے ہیں، حاشیہ سے کتاب کی افادیت مزید بڑھ گئی ہے۔

خلاصة الفتاوى

علامہ طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۵۴۲) چھٹی صدی ہجری کے اکابر علمائے احناف میں سے ہیں، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۰۴ھ) ان کے ترجمہ کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

كان عديم النظر في زمانه فريد أئمة الدهر، شيخ الحنفية بما وراءلنهر.

ترجمہ: اپنے زمانے میں ان کی نظیر نہیں ملتی تھی، اپنے وقت کے یکتا عالم تھے، ماوراء النہر میں حنفیوں کے شیخ تھے۔

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۶۷ھ) اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وهو كتاب مشهور معتمد في مجلد، ذكر في أوله: أنه كتب في هذا الفن خزانة الواقعات وكتاب النصاب، فسأل بعض إخوانه تلخيص نسخة قصيرة يمكن ضبطها، فكتب الخلاصة جامعة للرواية، خالية عن الزوائد، كتب فهرست الفصول والأجناس على رأس كل كتاب؛ ليكون عوناً لمن أبتلي بالفتوى، وللزيلعي المحدث تخريج أحاديثه.

ترجمہ: یہ کتاب اہلِ علم کے درمیان مشہور اور قابلِ اعتماد ہے، یہ ایک جلد میں ہے، اس کتاب کے شروع میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ اس فن (فقہ) میں "خزانة الواقعات" اور "كتاب النصاب" لکھی تو بعض دوستوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں ان کا اختصار کر کے ایک مختصر کتاب لکھوں؛ تاکہ اس کا ضبط کرنا آسانی ممکن ہو، توانہوں نے خلاصہ لکھا جو روایت کے اعتبار سے جامع اور زوائد سے خالی ہے، اور ہر کتاب کے ابتداء میں انہوں نے فصول اور اجناس کی فہرست دی ہے تاکہ جس پر فتوے کی ذمہ داری ہو اُس کے لئے معاونت ہو، علامہ زیلعی کی احادیث کی تخریج بھی ذکر کی ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۰۴ھ) اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

وقد طالعت من تصانيفة خلاصة الفتاوى، ذكر فيه أنه لخصه من الواقعات والخزانة وهو كتاب معتبر عند العلماء، معتمد عند الفقهاء.

ترجمہ: میں نے ان کی تصانیف میں "خلاصة الفتاوى" کا مطالعہ کیا، اس میں انہوں نے اپنی کتاب "الواقعات اور الخزانة" کا اختصار کیا ہے، یہ کتاب علماء کے ہاں معتبر اور فقہاء کے ہاں قابلِ اعتماد ہے۔ (یہ کتاب چار جلدوں میں طبع ہے۔)

الفتاوى السراجية

اس فتاوی کے مصنف کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کون ہیں؟ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۷۰ھ) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ "فتاوى قارى الهدايه" کا نام "فتاوى سراجية" ہے:

وفي فتاوى قارئ الهداية المسماة بالسراجية علامہ شامی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۲۵۲ھ) نے بھی اس فتاوی کی نسبت علامہ سراج الدین "فتاوى قارئ الهداية" کی طرف کی ہے:

(عن السراجية) المراد بها هنا فتاوى سراج الدين قارئ الهداية.

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۶۷ھ) فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف علی بن عثمان بن محمد سراج الدین اوشی ہیں، مصنف اس کتاب کی تصنیف سے محرم ۵۶۹ھ میں فارغ ہوئے تھے۔

کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

وفيه نوادر ووقائع، لا توجد في أكثر الكتب، وهي إحدى مأخذي المنية.

یہ کتاب ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر مشتمل ہے، اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ مختصر انداز میں فقہ حنفی کے اہم اور بنیادی مسائل پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے شایانِ شان اب تک اس پر کوئی علمی، تحقیقی اور تخریجی کام نہیں ہوا، اس کتاب کا ایک نسخہ "ایچ ایم سعید" سے طبع ہوا ہے جو (۱۶۰) صفحات پر مشتمل ہے، نیز یہ کتاب حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب مد ظلہ کے مختصر حواشی کے ساتھ "مدرسة فاطمة

الزہراء" کورنگی نمبر 1 سے بھی شائع ہوئی ہے، اس میں مشکل الفاظ کے معانی اردو زبان میں حاشیے میں ذکر کیے ہیں۔

فتاوى قاضيخان

یہ علامہ فخر الدین حسن بن منصور بن محمود اوز جندی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۵۹۲ھ) کی تصنیف ہے، اوز جند فرغانہ کے قریب اصبہان کے اطراف میں ایک شہر ہے، انہیں علومِ دینیہ خصوصاً علمِ فقہ میں یدِ طُولیٰ حاصل تھا، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) نے ان کا تعارف ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

كان إماما كبيرا وبحرا عميقا غواصا في المعاني الدقيقة مجتهدا فهامة.

علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۷۹ھ) فرماتے ہیں:

ما يصححه قاضيخان مقدم على تصحيح غيره؛ لأنه فقيه النفس.

ترجمہ: علامہ قاضی خان جس قول کی تصحیح کرے وہ دوسروں پر مقدم ہے، اس لئے کہ آپ فقیہ النفس ہیں۔

علامہ احمد بن کمال پاشا نے آپ کو "مجتہدین فی المسائل" میں شمار کیا ہے۔

اس فتاوی میں امام قاضی خان رحمہ اللہ نے ان مسائل کا ذکر کیا ہے جو کثیر الوقوع ہیں، اور وہ مسائل جن کی طرف احتیاج زیادہ ہوتی ہے، مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں متاخرین کے اقوال متعدّد ہوں تو ایک یا دو اقوال پر اکتفاء کرتے ہیں، اور جو قول ان کے نزدیک راجح اور زیادہ قابلِ اعتماد ہوتا ہے تو اسے سب سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔

التجنيس والمزيد

یہ امام علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل فرغانی مرغینانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۳ھ) المعروف "صاحبِ ہدایہ" کی تصنیف ہے، اس کتاب میں فقہ حنفی کی ان پیش آمدہ مسائل کا ذکر ہے جنہیں متاخرین نے استنباط کیا ہے اور متقدمین سے اس بارے میں کوئی صراحت منقول نہیں ہے، یہ کتاب علامہ سمرقندی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۷۳ھ) کی "النوازل، عيون المسائل" اور "واقعات الناطفي، فتاوى ابن الفضل، فتاوى أئمة سمرقند" کا تتمہ ہے، ان کتابوں میں بھی نئے مسائل اور حوادث کا تذکرہ ہے، یہ کتاب فقہی ابواب کی ترتیب پر ہے، یہ ایک مقدمہ اور پانچ کتب " كتاب الطهارة، كتاب الصلاة، كتاب الزكاة ، كتاب الصوم، كتاب الحج " پر مشتمل ہے، یہ کتاب کل (۱۳۵۷) مسائل پر مشتمل ہے، اس میں ہر مسئلے پر "مسألة" کا عنوان ہے، چونکہ ہر مسلہ ترقیم اور "مسألة" کے ذیلی عنوان سے مزین ہے اس لئے اس کتاب سے استفادہ اور مطلوبہ مسئلہ تک رسائی آسان ہے، اس کتاب میں صرف مسائل کا تذکرہ ہے، دلائل کا ذکر نہیں ہے ائمۂ ثلاثہ یا دیگر مذاہب کا بھی تذکرہ نہیں ہے، عموماً کتبِ فتاوی مسائل پر مشتمل ہوتی ہیں ادلّہ اور اختلافات پر نہیں، ورنہ صاحبِ ہدایہ مذاہب، فقہ مقارن، عقلی نقلی دلائل سے خوب واقف ہیں جیسا کہ ہدایہ پڑھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب مذہبِ حنفی کے مطابق متاخرین علماء کے فتاوی کا مجموعہ ہے، یہ کتاب دکتور محمد امین مکی حفظہ اللہ کی نہایت گراں قدر تحقیق وتعلیق اور تخریجِ حدیث کے ساتھ دو جلدوں میں "إدارة القرآن والعلوم الإسلامية" کراچی سے شائع ہوا ہے۔

المحيط البرهاني في الفقه النعماني

یہ علّامہ برہان الدین محمود بن احمد بن عبد العزیز بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 616ھ) کی تصنیف ہے، علّامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے

میں فرماتے ہیں:

کان من كبار الأئمة وأعيان فقهاء الأمة، إماما وَرِعا مجتهدا متواضعا عالما كاملا بحرا زاخرا حبرا فاخرا.

مصنف رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر اور زیادات کے مسائل جمع کیے ہیں، اور میں نے ان کے ساتھ نوادر، فتاویٰ اور واقعات کو بھی ساتھ ملایا ہے۔

محیط کا معنی ہے احاطہ کرنے والی، چونکہ یہ مسائلِ مذہب کے تینوں طبقات مسائل الاصول، مسائل النوادر اور فتاویٰ اور واقعات کا احاطہ کرتی ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام "المحیط" رکھا ہے۔

چونکہ یہ کتاب پہلے مطبوعہ نہیں تھی اس لئے بعض حضرات نے اِس کتاب سے فتویٰ دینے کو ناجائز قرار دیا ہے جیسے علّامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "النافع الکبیر" میں اس کتاب کو غیر معتبر کتابوں میں شمار کیا ہے اور اسکے متعلق لکھا ہے:

لا يجوز الإفتاء منه لكونه مجموعا للرطب واليابس

لیکن اب یہ کتاب مطبوعہ ہے اس لئے اس سے فتویٰ دینا درست ہے اور علّامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس بات سے رجوع کیا ہے۔

حضرت مولانا نعیم اشرف نور احمد مد ظلہ نے نہایت تتبع وجستجو کے ساتھ اس کتاب کے نسخوں کو تلاش کرکے بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس پر تحقیق وتعلیق اور تخریج کا کام کیا ہے، اس کتاب کے شروع میں 141 صفحات پر مشتمل نہایت علمی اور تحقیقی مقدمہ لکھا ہے، اس میں متونِ حنفیہ، کتبِ فقہیہ کا تعارف، معتبر اور غیر معتبر کتب کی نشاندہی، مصنف کے احوال اور اس کتاب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اس کے شروع میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مد ظلہ کی تقریظ ہے، یہ کتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ سے 25 جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

ذخيرة الفتاوى

یہ امام برہان الدین محمود بن احمد بن عبد العزیز رحمہ اللہ (متوفیٰ ۶۱۶ھ) کی تصنیف ہے، یہ فتاوی "الذخيرة البرهانية" کے نام سے بھی مشہور ہے، مصنف نے پہلے "المحيط البرهاني" تصنیف کی، جس میں ظاہر الروایہ، نوادر اور فتاوی تینوں قسم کے مسائل جمع کیے، پھر خود اس کتاب کا اختصار "ذخيرة الفتاوى" کے نام سے کیا، یہ اصل اور اختصار دونوں علماء کے ہاں مقبول ہیں:

اختصرها من كتابه المشهور "المحيط البرهاني" كلاهما مقبولان عند العلماء.

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۰۴ھ) اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

قد طالعت "الذخيرة" وهو مجموع نفيس معتبر.

ترجمہ: میں نے "الذخیرۃ" کا مطالعہ کیا، یہ نہایت مفید اور معتبر مسائل کا مجموعہ ہے۔

الفتاوى الظهيرية

یہ ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد القاضی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۶۱۹ھ) کی تصنیف ہے، حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۶۷ھ) فرماتے ہیں:

ذكر فيهاأنه جمع كتابا من الواقعات والنوازل ، مما يشتد الافتقار إليه ، وفوائد غير هذه.

ترجمہ: (مصنف نے) اس کتاب میں واقعات اور نوازل (یعنی اُن نئے پیش آمدہ) مسائل کو جمع کیا ہے جن کی طرف احتیاج زیادہ ہوتی ہے اور ان کے علاوہ دیگر اہم فوائد کو۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) نے اس فتاوی سے انتخاب کرکے ایک مجموعہ تیار کیا، اور اس کا نام رکھا" المسائل البدرية المنتخبة من الفتاوى الظهيرية" مصنف اپنے اس انتخاب کردہ مجموعہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وهو كتاب مشتمل على مسائل من كتب المتقدمين، لا يستغني عنها علماء المتأخرين.

ترجمہ: یہ کتاب متقدمین کے ان مسائل پر مشتمل ہے جن سے متأخرین علماء میں سے کوئی مستغنی نہیں ہو سکتا۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) اس فتاوی کے متعلق فرماتے ہیں:

وقد طالعت من تصانيفه "الفتاوى الظهيرية" فوجدته كتابا معتبرا متضمنا للفوائد الكثيرة.

ترجمہ: میں نے ان کی تصانیف میں ایک " الفتاوى الظهيرية" کا مطالعہ کیا، میں نے اسے معتبر کتاب پایا ہے اور یہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔

مصنف کی تصانیف میں ایک " الفوائد الظهيرية" ہے، جو علامہ صدر الشہید رحمہ اللہ کی " شرح الجامع الصغير" سے ماخوذ ہے۔

خزانة المفتيين في الفروع

یہ امام حسین بن محمد سمنقانی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) کی تصنیف ہے، ان کی ایک تصنیف "الشافي في شرح الوافی" ہے، حاجی خلیفہ رحمہ اللہ "خزانة المفتيين" کے متعلق لکھتے ہیں:

أنه صنفه بإشارة حكيم الدين محمد بن علي الناموسني، فأورد ما هو مروي عن المتقدمين ومختار عند المتأخرين وطوى ذكر الاختلاف واكتفى بالمعاملات من الهداية والنهاية وقاضيخان والخلاصة والظهيرية وشرح الطحاوي وغير ذلك من المعتبرات، وفرغ في محرم، سنة ٧٤٠هـ، أربعين وسبعمائة.

ترجمہ: یہ کتاب حکیم الدین محمد بن علی ناموسنی کے اشارے پر لکھی گئی، اس میں وہ مسائل نقل کیے ہیں جو متقدمین سے مروی ہیں اور متاخرین کے ہاں پسندیدہ (راجح) ہیں، اس میں اختلافی مسائل ذکر نہیں کیے، اس میں " فتاوى قاضى خان، خلاصة الفتاوى، فتاوى الظهيرية، شرح الطحاوي" اور دیگر معتبر کتابوں سے صرف معاملات سے متعلق مسائل ذکر کیے ہیں، مصنف اس کتاب کی تصنیف سے محرم ۷۴۰ھ میں فارغ ہوئے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۳ھ) "خزانة المفتيين" اور "الفتاوى الظهيرية" کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں معتبر ہیں:

رجوع الإمام إلى هذه الرواية عن خزانة المفتيين، والفتاوى الظهيرية، وهما من المعتبرات.

الفتاوى التاتارخانية

یہ علامہ عالم بن علاء انصاری دہلوی متوفی (۷۸۶ھ) کا معروف فتاوی ہے، حاجی خلیفہؒ اس فتاوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

هو كتاب عظيم في مجلات، جمع فيه مسائل المحيط البرهاني والذخيرة والخانية والظهيرية، جعل الميم علامة للمحيط، وذكر اسم الباقي، قدم بابا في ذكر العلم، ثم رتب على أبواب الهداية.

امیر تاتارخان دہلوی نے مصنف کو حکم دیا کہ وہ فقہ حنفی کی ایک جامع کتاب مرتب کریں اور اختلافی مسائل میں تمام اقوال مختلفہ نقل کریں اور ساتھ ہی اختلاف کرنے والے علماء وفقہاء کی تصریح کریں، چنانچہ امیر تاتارخان کے حکم کے بعد یہ عظیم کتاب مرتب کی، اس کا نام "زاد المسافر في الفروع" رکھا، لیکن اس کی ترتیب وتسوید چونکہ امیر تاتارخان کے حکم سے ہوئی اس لئے اس کی شہرت "فتاوی تاتارخانیہ" کے نام سے ہوئی ،اس کتاب کا آغاز انہوں نے علم سے متعلق مباحث سے کیا ہے۔

ہندوستان کے ایک معروف عالم علامہ شبیر احمد قاسمی کی تحقیق وتعلیق اور تخریج کے ساتھ یہ مکمل نسخہ ۲۵ جلدوں میں چھپ چکا ہے، اس کے شروع میں ایک نہایت علمی مقدمہ ہے، مختلف نسخوں سے موازنہ کرکے نہایت عمدہ اعلام و ترقیم، تعلیق وتخریج اور مآخذ ومراجع کی نشان دہی کے ساتھ ایک علمی کام سرانجام دیا ہے۔

الفتاوى البزازية

یہ محمد بن محمد بن شہاب المعروف ابن بزار کردری (متوفیٰ 827ھ) کی تصنیف ہے، اس کتاب کا اصل نام "الجامع الوجیز" ہے، حاجی خلیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس میں انہوں نے مختلف کتب سے فتاوی، واقعات اور دلیل کی روشنی میں جو مسائل راجح ہے ان کا تذکرہ کیا ہے، مفتی ابو مسعود سے کہا گیا کہ آپ فقہ میں اہم اور زیادہ پیش آنے مسائل پر مشتمل پر کتاب کیوں تالیف فرماتے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ صاحب بزازیہ سے شرم کے باعث، کیونکہ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے میرے لیے مناسب نہیں ہے کہ میں اس فن میں کوئی کتاب تالیف کروں۔

یہ کتاب فتاوی عالمگیری کے حواشی میں آخری تین جلدوں میں **"مکتبہ رشیدیہ"** کوئٹہ کے نسخہ میں طبع ہے اور دو جلدوں میں الگ **"قدیمی کتب خانہ"** کراچی سے بھی طبع ہے۔

جامع الفتاوى للحميدي

شیخ قرق امرہ حمیدی (متوفی 880ھ) نے اس میں "المنية، القنية ،جامع الفصولين ، فتاوى البزازية، فتاوى قاضيخان" اور "الواقعات" سے استفادہ کرکے یہ فتاوی مرتب کیا ہے، لیکن یہ رطب ویابس کا مجموعہ ہے۔ معتبر نہیں ہیں۔

لسان الحكام في معرفة الأحكام

امام احمد بن محمد بن محمد المعروف ابن الشحنہ ثقفی حلبیؒ (متوفی 885ھ) اپنے دور کے نامور قاضی گزرے ہیں، انہوں نے اہم پیش آمدہ مسائل کو (30) فصلوں پر مرتب کیا ہے، اس میں آدابِ قضاء، دعاوں کی اقسام، وکالت، کفالت، حوالہ، اقرار، ودیعت، وقف، غصب، شفعہ، اکراہ، نکاح ،بیوع، اجارہ، ہبہ، رہن، جنایت، دیت اور حدود وغیرہ سے متعلق مسائل کو سابقہ فقہی کتب سے باحوالہ ذکر کیا ہے، قضاء سے متعلق شخص کے لئے خصوصاً اور اہل فتوی سے متعلق حضرات کے لئے عموماً اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

الفتاوى الزينية في فقه الحنفية

یہ علامہ ابن نجیمؒ (متوفیٰ ۹۷۰ھ) کی تصنیف ہے، ان کے صاحبزادے علامہ احمدؒ نے کتاب کے مقدمہ لکھا ہے، کہ اس میں ایک ہزار سے زائد مسائل ہے، اور طہارت سے لے کر فرائض تک کتب کی ترتیب پر مرتب ہے، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ فتاویٰ ابن نجیم پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، جب تک اس کی تائید کسی دوسری فتاویٰ سے نہ ہوجائے۔

الفتاوی الخيرية

علامہ خیر الدین بن احمد بن علی ایوبیؒ (متوفیٰ۱۰۸۱ھ) کا دو جلدوں میں یہ فتاویٰ مطبوعہ ہے،اس فتاویٰ کی تکمیل علامہ ابراہیم بن سلیمانؒ(متوفیٰ۱۱۰۸ھ)نے کی ہے،انہوں نے"البحر الرائق"کاحاشیہ"مظهر الحقائق"کے نام سے لکھاہے،جوابھی تک مخطوطہ ہے، علامہ شامیؒ"البحر الرائق"کے حاشیہ"منحة الخالق"میں اس کے حوالے بکثرت ملتے ہیں۔

الفتاوی الهندية

متحدہ ہندوستان میں مشہور فرمانروااورنگ زیب عالمگیرؒ(متوفیٰ۱۱۱۸ھ)نے جب باقاعدگی سے شریعت کانفاذ ہندوستان میں کیاتوانہوں نے محسوس کیاکہ کئی باتیں ایسی ہیں کہ جن میں اصل مسئلہ تک پہنچنے میں دقت ہوتی ہے،کیونکہ ایسی کوئی جامع کتاب موجود نہیں ہے کہ جن میں تمام جزئیات اور نئے مسائل کاحل موجود ہو،توانہوں نے اس کے لیے ملک کے چیدہ منتخب علمائے کرام کاایک بورڈ قائم کیااور ممتاز عالم شیخ نظام کواس کاذمہ دار بنایا۔

ان کے ماتحت چار کبار علماء کی ایک کمیٹی بنائی،اور ہر عالم کے ساتھ معاونت کے لیے دس دس علماء کورکھا،ان چار علماء کے نام درجہ ذیل ہیں:

ا۔۔۔مولاناقاضی محمد حسین جونپوریؒ ۲۔۔۔مولانااکبراسعداللہ خانیؒ ۳۔۔۔مولاناشیخ حامد جونپوریؒ ۴۔۔۔مفتی محمد اکرم لاہوریؒ۔

تقریباًآٹھ سال کے عرصے میں اس فتاویٰ کی تدوین کاکام مکمل ہوا،بادشاہ عالمگیر خود بھی اس کی تدوین میں شریک رہے،روزانہ کامرتب کردہ حصہ علامہ نظامؒ سے پڑھواکر سنتے تھے اور بوقتِ ضرورت جرح وقدح بھی کرتے تھے،تاکہ مسئلہ میں کوئی ابہام باقی نہ رہے،یہ کتاب بادشاہ کی نسبت سے"فتاویٰ عالمگیری"کے نام سے مشہور ہے،چونکہ یہ فتاویٰ ہندوستان میں ترتیب دیاگیااس لئے اس کو"الفتاویٰ الهندية"بھی کہا جاتا ہے، یہ فتاویٰ ہدایہ کی ترتیب پر ہے،فقہی جزئیات کی کثرت اور احاطہ کے اعتبار سے"المحيط البرهاني"اور"الفتاویٰ التاتارخانية"کے علاوہ شاید ہی کوئی کتاب اس کے مقابلے میں رکھی جاسکے۔

اس فتاویٰ میں فقہی روایات ومسائل نہایت کمزور ہیں،خاص طور پر"كتاب الكراهية"میں۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ(متوفیٰ۱۳۵۳ھ)فرماتے ہیں:"الفتاویٰ الهندية"کا"باب الحظر والإباحة"ضعیف روایات سے بھراہوا ہے، اس کا ماخذ مولوی بدر الدین لاہوری کی کتاب"مطالب المؤمنين"ہے یہ شخص قابل اعتماد نہیں ہے، یہ فتاویٰ "الفتاوی البزازية"اور"فتاوی قاضيخان"کے ساتھ بھی طبع ہے اور الگ سے بھی چھ جلدوں میں طبع ہے۔

الفتاوی الطوري

یہ علامہ محمد بن حسین بن علی الطوریؒ(متوفیٰ بعد۱۱۳۸ھ)کی تالیف ہے،انہوں نے علامہ ابن نجیمؒ(متوفیٰ۹۷۰ھ)کی"البحر الرائق"کا تکملہ لکھاہے،ان کی تصنیف"الفواكه الطورية في الحوادث المصرية"ہے۔

"الفتاویٰ الطوري"میں انہوں علامہ سراج الدین ہندیؒ کے فتاوی جمع کئے ہیں،ان کی تہذیب وتنقیح کی اور اضافات کئے،لیکن اس کتاب سے فتاویٰ دینادرست نہیں ہے اور نہ اس پراعتماد کیاجائے گا۔

رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار (الفتاوى الشامية)

علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ تمرتاشیؒ (متوفی۱۰۰۴ھ) نے "تنویر الأبصار" کے نام سے متن لکھی، مصنف نے خود اس متن کی شرح "منح الغفار" کے نام سے لکھی، اس متن کی معروف شرح علامہ علاءالدین محمد بن علی حصکفیؒ (متوفی۱۰۸۸ھ) نے "الدر المختار" کے نام سے لکھی، پھر اس پر حاشیہ وشرح علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز المعروف ابن عابدین شامیؒ نے "رد المحتار" کے نام سے لکھی، علامہ شامیؒ کے نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ سینکڑوں کتابوں کے ہزاروں صفحات کے مطالعہ کے بعد جن میں بیسوں کتابیں مخطوطات اور نادر تھیں، ان کا مطالعہ کرکے ایک مدلل کتاب تصنیف کی، شیخ لؤی بن عبدالرؤف خلیلی نے "رد المحتار" کے تمام مصادر کو "لآلي المحار في تخريج مصادر ابن عابدين في حاشية رد المحتار" نامی کتاب میں جمع کیا ہے۔

اس کتاب میں مسائل تلاش کرنے کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد طاہر شاہ صاحب کی تصنیف "فتح الغفار معجم رد المحتار" کا مطالعہ کریں۔ علامہ شامیؒ نے پہلے "كتاب الإجارة" سے آخر تک تبییض کی، پھر ابتداء سے تبییض شروع کی اور آخر "كتاب القضاء" "صاحب "الدر المختار" کے اس قول "وقد حرر محشي الأشباه المنح" جلد۵ صفحہ۴۴۸ تک پہنچے تھے کہ آپ کا انتقال ہوگیا، بقیہ حصے کی تبییض ان کے صاحب زادے علامہ علاءالدین بن محمد امینؒ (متوفی۱۳۰۶) نے کی۔

العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية

یہ علامہ ابن عابدین شامیؒ (متوفی۱۲۵۲ھ) کی تصنیف ہے، یہ علامہ حامد بن علی عمادی آفندیؒ (متوفی۱۱۷۱ھ) مفتی دمشق کے فتاویٰ کی تنقیح ہے ، جوانہوں نے منصبِ افتاء پر فائز رہنے کے زمانے (۱۱۳۷ھ تا۱۱۵۵ھ) میں صادر فرمائے تھے اور "فتاوى حامدية" کے نام سے خود مولانا نے جمع فرمائے تھے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

اس سے زیادہ نافع اور قابل اعتماد فتاویٰ کا مجموعہ میں نے نہیں دیکھا، نیز مفتی صاحب کے متاخر زمانے کے باعث اس میں بہت سے جدید پیش آمدہ حوادث وواقعات کا حل بھی مل جاتا ہے، علامہ شامیؒ نے اس کو مرتب ومنقح کرنے کے ساتھ اہم اضافے بھی کیے۔

تمام فقہی ابواب سے متعلق سوال وجواب کی صورت میں مسائل کا ذکر کیا ہے، ائمہ احناف کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں، اور راجح قول کی تعین بھی کی ہے، کبھی دیگر فقہاء کرامؒ کے اقوال بھی ذکر کرتے ہیں، لیکن دلائل ذکر نہیں کرتے، اس فتاویٰ کے مطالعے سے مفتی میں فتویٰ کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، تخصص فی الافتاء کے طلباء کے لیے (۶۸۰) صفحات پر مشتمل اس فتاویٰ کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

مفتی شفیعؒ مصنف اور اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

علامہ ابن عابدین شامیؒ انتہائی وسیع المطالعہ ہونے کے باوجود اس قدر تقویٰ شعار اور محتاط بزرگ ہیں کہ عام طور پر اپنی ذمہ داری سے کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتے، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے اپنے سے پہلے کتابوں میں سے کسی نہ کسی حوالے بیان فرماتے ہیں، اگر اس میں تعارض ہو تو اس رفع کرنے کے لئے بھی حتی الامکان کسی دوسرے فقیہ کے قول کا سہارا لیتے ہیں، اگر بحالت مجبوری اپنی رائے کا ظاہر کرتے ہیں تو وہاں بھی بالعموم آخر میں "تأمل" یا "تدبر" کہہ کر بری ہوجاتے ہیں۔

الفتاوى المهدية في الوقائع المصرية

یہ شیخ محمد عباسی مہدی مصریؒ (متوفی۱۳۱۸ھ) کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، تین سال کی عمر میں یتیم ہوگئے، معاشی مشکلات کے باوجود بڑی محنت

سے جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی ،۲۱سال کی نو عمری میں ان کو منصبِ افتاء کا اعزاز حاصل ہوا ،اس وجہ سے بہت لوگوں کو ان پر حسد پیدا ہوا،لیکن یہ ان کے حق میں اس طور پر مزید مفید ثابت ہوا،کہ اپنا فتاویٰ انتہائی محنت اور جانفشانی سے لکھتے یہاں تک کہ اپنے دور کے اہل ترین فرد بن گئے،۱۲۷۸ھ میں ان کو افتاء کے ساتھ ساتھ شیخ الاسلام کا شرف بھی حاصل ہوا،تقریبا۱۲سال تک افتاء کا کام کیا اور ۱۸سال تک شیخ الاسلام کے عہدہ پر فائز رہے ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس فتاویٰ کی ایک خصوصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ حنفیہ کی کتابوں میں جس کتاب نے وقف کے مسائل کو سب سے زیادہ شرح وبسط اور انضباط کے ساتھ بیان کیا ہے وہ "فتاویٰ مهدوية" ہے۔

الفتاوى الحمادية

یہ مفتی رکن الدین ناگوری بن حسام الدین ناگوری (متوفیٰ) کی تصنیف ہے ، جو علاقہ گجرات کے ایک مشہور شہر نہروالہ میں منصب افتاء پر فائز تھے ، یہ کتاب انہوں نے اپنے ہی علاقے کے قاضی القضاء قاضی حماد الدین بن محمد اکرم گجراتی کے حکم پر لکھی ،اس کتاب میں ان کے فرزند بھی شامل رہے ، فتاویٰ حمادیہ کے مقدمے میں بیان کیا گیا ہے کہ تفسیر ، حدیث اور فقہ واصول فقہ کی دو سو سولہ (۲۱۶) کتابوں سے استفادہ کرکے اس کو مرتب کیا گیا ہے ، قاضی حمادالدین نے بھی یہ ہدایت بیان فرمائی تھی کہ اس کتاب میں صرف وہ مسائل جمع کرے جو جمہور فقہاء کے اجماعی اور مفتیٰ بہ ہو،اس لیے یہ کتاب قابل اعتماد ہے۔

متفرقات

أدب القاضي

یہ امام ابوبکر احمد بن عمرو الخصاف رحمہ اللہ (متوفیٰ ۲۶۱ھ) کی تصنیف ہے ، انہوں نے اپنے والد عمر بن مہیر سے علم حاصل کیا اور انہوں نے امام حسن سے اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ، گویا یہ دو واسطوں سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں ، خلیفہ مہتدی باللہ کے ہاں یہ بڑے مرتبے والے تھے ، ان کی تصانیف میں "كتاب الحيل ، كتاب الوصايا، كتاب الشروط، كتاب الرضاع، كتاب المحاضر والسجلات، كتاب النفقات على الأقارب، كتاب أحكام الوقف" اور " كتاب ذرع الكعبة" ہیں،ان کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمہ کا آغاز ان القابات سے کیا ہے "العلامة، شيخ الحنفية الفقيه المحدث" اور فرمایا "ويذكر عنه زهد وورع" ان کا تذکرہ زہد اور تقوی سے کیا جاتا ہے ، علامہ لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں کہ انہیں "خصاف" اس لئے کہتے ہیں کہ جوتے بنانے کا کام کرتے تھے اور اس نام کے ساتھ اس لئے مشہور ہوئے کہ "لأنه كان يأكل من صنعته" یہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے ، شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

الخصاف رجل كبير في العلوم وهو ممن يصح الاقتداء به.

ترجمہ: خصاف علوم میں بہت بڑے آدمی ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کی اقتداء کرنا درست ہے۔

مختصر الطحاوي

یہ امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۲۱ھ) کی تصنیف ہے ، امام طحاوی رحمہ اللہ مسائل میں امام ابو حنیفہ ، امام ابو یوسف ، امام محمد ، امام زفر

او امام حسن بن زیاد رحمہم اللہ کے اقوال نقل کرتے ہیں اور پھر اس میں ترجیح دیتے ہیں، اور بعض اوقات ان حضرات کی رائے کے مقابل اپنی مستقل رائے نقل کرتے ہیں، بنیادی طور پر اس کتاب کی ترتیب امام طحاوی رحمہ اللہ کے ماموں اور استاذ امام مزنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) کی "مختصر المزني" کی ترتیب پر ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ مسائل نقل کرنے کے بعد قرآن وسنت سے دلیل ذکر کرتے ہیں، اس کتاب میں احادیث وآثار سے استدلال واستشہاد کثرت سے ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ چونکہ مجتہدانہ صلاحیت وبصیرت رکھتے تھے، اس لئے بعض مسائل میں انہوں نے ائمۂ مذہب سے بھی اختلاف کیا ہے، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۰۴ھ) امام طحاوی رحمہ اللہ کو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے طبقے میں شمار کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ قوی قول کے مطابق ان کا درجہ ان حضرات سے کم نہیں ہے:

وبالجملة فهو من طبقة أبي يوسف ومحمد، لا ينحط عن مرتبتها على القول المسدد.

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۳۹ھ) امام طحاوی رحمہ اللہ کی "مختصر الطحاوي" کے متعلق لکھتے ہیں:

ترجمہ: "مختصر الطحاوي" کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حنفی مذہب کے محض مقلد ہی نہ تھے بلکہ مجتہد منتسب تھے، کیونکہ اس مختصر میں بہت سے ایسے مسائل لکھے ہیں جو حنفی مذہب کے خلاف ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ فقہائے حنفیہ میں اس مختصر کی اس قدر شہرت نہیں ہوئی۔

یہ کتاب علامہ ابوالوفاء افغانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۵ھ) کی تعلیق وتحقیق کے ساتھ "إحياء المعارف النعمانية" ہند سے طبع ہے۔

الكافي في فروع الحنفية

امام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد مروزی المعروف امام حاکم شہید رحمہ اللہ (۳۳۴ھ) آپ ایک مشہور محدث، قاضی اور فقیہ تھے، آپ ابتداء میں بخارا کے قاضی تھے، پھر خلیفہ حمید نے آپ کو وزارت کے عہدہ پر فائز کیا، آپ ایک عوامی شورش میں فجر کی نماز میں بحالتِ سجدہ شہید کئے گئے۔

آپ ایک واسطے سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کے حدیث میں شاگرد ہیں، آپ کے شیخ ابورجاء محمد بن حمدویہ ہورقانی ہیں، یہ امام احمد رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، امام حاکم نیساپوری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) تاریخِ نیساپور میں ان کے متعلق فرماتے ہیں:

ما رأيت في جملة من كتبت عنهم من أصحاب أبي حنيفة أحفظ للحديث وأهدى إلى رسومه وأفهم له منه.

ترجمہ: میں نے محدثینِ احناف میں جن سے میں نے حدیث پڑھی ہے، حاکم شہید سے بڑا احادیثوں کا حافظ، قواعدِ تحدیث سے واقف اور حدیثوں کو سمجھنے والا نہیں دیکھا۔

امام حاکم شہید رحمہ اللہ صاحبِ مستدرک امام حاکم رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) کے شیخ ہیں، "إنه كان يحفظ ستين ألف حديث" یہ ساٹھ ہزار احادیث کے حافظ تھے، صوم وصلوۃ اور اذکار کے پابند تھے، ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے "اللّٰهُمَّ ارزقني الشهادة" اے اللہ مجھے شہادت نصیب فرما، جس صبح کو یہ شہید کیے گئے تو انہوں نے حجام کو بلوا کر اپنے سر کا حلق کروایا اور غسل کر کے بہترین کفن پہن لیا، پھر آپ پوری رات نماز میں مصروف رہے، یہاں تک کہ صبح کے وقت سجدہ کی حالت میں آپ کو شہید کر دیا گیا!

ثم دعا بالحلاق فحلق رأسه واغتسل ولبس أحسن الكفن، ولم يزل طول الليل يصلي إلى أن أصبح، وقد

اجتمعوا عليه، وبعث السلطان إليهم عسكرا يمنعهم، فقاتلوهم وقتلوه وهو ساجد.

یہ بات مشہور ہے کہ امام حاکم شہید رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کی چھ کتابوں کا اختصار "الكافي" کے نام سے کیا، علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ويجمع الست كتاب الكافي   للحاكم الشهيد فهو الكافي

أقوى شروحه الذي كالشمس   مبسوط شمس الأمة السرخسي

ترجمہ: اور اصولِ ستہ کو "كتاب الكافي" جمع کرتی ہے، جو حاکم شہید کی ہے، پس وہ کافی ہے، اس کی نہایت عمدہ شرح جو سورج کی طرح ہے، شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (متوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

إن كتاب الكافي هو جمع كلام محمد في كتب السنة التي هي كتب ظاهر الرواية.

ترجمہ: الکافی میں امام محمد رحمہ اللہ کی وہ سب باتیں جمع کردی گئی ہیں جو اصولِ ستہ میں ہیں، جو ظاہر الروایہ کی کتابیں ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ کی اس کتاب کو "المختصر" بھی کہا جاتا ہے، " المختصر الكافي "بھی اور "مختصر الحاكم الشهيد" بھی، یہ ایک ہی کتاب کے تین نام ہیں، علامہ شامی رحمہ اللہ اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں: "وهو كتاب معتمد في نقل المذهب". یہ کتاب نقلِ مذہب میں قابل اعتماد ہے۔

اس کتاب کی بہت سے مشایخ نے شرح لکھی، جس میں معروف مطبوعہ شرح علامہ سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۳ھ) کی "المبسوط" ہے، جو "دار المعرفة" سے تیس جلدوں میں طبع ہے۔

المنتقى في فروع الحنفية

امام حاکم شہید رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۴ھ) نے اس کتاب میں کتب ظاہر الروایہ کے علاوہ "نوادر" اور "أمالي" کے مسائل جمع کیے، چنانچہ امام حاکم فرماتے ہیں:

نظرت في ثلاثمائة جزء مؤلف مثل (الأمالي) و(النوادر) حتى انتقيت كتاب (المنتقى).

ترجمہ میں نے امالی اور نوادر جیسی تین سو کتابوں سے اس کا انتخاب کیا ہے، (اس لئے اس کا نام "المنتقى" ہے، یعنی چنے ہوئے مسائل)۔

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) لکھتے ہیں کہ یہ کتاب اس وقت موجود نہیں ہے:

ولا يوجد المنتقى في هذه الأعصار كذا قال: بعض العلماء.

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

وكتاب "الكافي" و"المنتقى" أصلان من أصول المذهب بعد كتب محمد ، ولا يوجد "المنتقى" في ديارنا في أعصارنا.

ترجمہ: امام محمد کی کتابوں کے بعد "الكافي" اور "المنتقى" مذہب کی دو بنیادی کتابوں میں سے ہیں، لیکن "المنتقى" ہمارے زمانے میں ہمارے دیار (ہندوستان وغیرہ) میں موجود نہیں ہے۔

اس کتاب کے بعض حوالے "المحيط البرهاني، التاتارخانية" اور "الهندية" میں موجود ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب

شاید اس زمانے موجود تھی اور آج ناپید ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: امام حاکم رحمہ اللہ نے "الكافي" میں ظاہر الروایہ مسائل کو جمع کیا تھا اور "المنتقى" میں نوادر اور امالی کے مسائل کو جمع کیا تھا، لیکن اس وقت یہ دونوں کتابیں موجود نہیں ہیں۔

كشف الغوامض (ج)

یہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر المعروف ابو جعفر ہندوانی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۶۲ ھ) کی تصنیف ہے، مصنف رحمہ اللہ اپنے فقہی استعداد وصلاحیت اور استحضارِ متون کے متعلق فرماتے ہیں:

لو أحرقت جميع أقوال أبي حنيفة، وأمالي أبي يوسف، ونوادر وزيادات محمد بن الحسن لاستطعت كتابتها عن ظهر قلب، لا يتقدم حرف ولا يتأخر.

ترجمہ: اگر (بالفرض) امام ابو حنیفہ کے تمام اقوال، امام ابو یوسف کے "امالی" اور "نوادر" اور امام محمد بن حسن کی "زیادات" جل جائیں، تو میں (ان شاء اللہ) اتنی صلاحیت رکھتا ہوں کہ میں اپنے قلب (وحافظہ) سے سب لکھوا دوں گا، ایک حرف کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔

امام ابو جعفر ہندوانی رحمہ اللہ نے اپنی اس تصنیف میں "الجامع الصغير" اور دیگر کتب سے مسائل کو جمع کیا ہے۔

خزانۃ الفقہ

امام ابو اللیث سمرقندیؒ (متوفی ۳۷۳ھ) نے اس کتاب میں نہایت آسان انداز میں صرف مسائل ذکر کیے ہیں، اس میں ائمۂ احناف یا فقہاء کے مذاہب و دلائل کا ذکر نہیں ہے، بلکہ فقہی ابواب کی ترتیب پر حفظ کے لیے حسنِ اسلوبی کے ساتھ صرف مسائل ذکر کیے ہیں، مصنف کتاب کا تعارف مقدمہ میں ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وقد اجتمع في هذا التأليف من مسائل الفقه معدودة الأجناس، مجموعة النظائر تسهيلا للحفظ وتيسيرا للفهم.

مصنف نے جامعیت کے ساتھ ساتھ اختصار کے پہلو کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے، آپ اجمال کے بعد تفصیل ذکر کرتے ہیں جو اوقع فی الذہن ہوتی ہے، اسی طرح پوری کتاب میں ان کا یہی اسلوب ہے، مبتدی طلبہ کے حفظ کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے، یہ کتاب محمد عبد السلام شاہین کی تحقیق کے ساتھ "مكتبة غفورية عاصمة" سے طبع ہے۔

خزانة الأكمل في الفروع

یہ امام ابو یعقوب یوسف بن علی بن محمد جرجانیؒ (متوفیٰ بعد 522ھ) کی تصنیف ہے، اس کتاب میں انہوں نے امام محمدؒ کی "الجامع الصغير، الجامع الكبير" اور "الزيادات" اور امام حسن بن زیادؒ کی "المجرد" امام حاکم شہیدؒ کی "الكافي" امام ابو اللیث سمرقندی کی "عيون المسائل" علامہ جصاصؒ کی "شرح مختصر الطحاوي" سے مسائل کو جمع کیا ہے، یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔

التجريد

یہ امام احمد بن محمد بن احمد قدوری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۴۲۸ھ) کی تصنیف ہے، امام قدوری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں قدرے تفصیل کے ساتھ ان مسائل کو ذکر کیا ہے جن میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے، اختلافی مسائل کو طرفین کے دلائل کے ساتھ

ذکر کیا ہے، پہلے مسئلہ ذکر کرتے ہیں پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل پھر امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ان کے دلائل پھر ہر ہر دلیل کا جواب ذکر کرتے ہیں، اگر کسی مسئلے میں ائمہ احناف کے درمیان اختلاف ہو تو اسے بھی ذکر کرتے ہیں، اس میں طرفین کے دلائل قرآن وسنت اور لغت سے نقل کرتے ہیں، احناف کے مسلک پر ہونے والے عقلی ونقلی اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کرتے ہیں، اس کتاب میں تمام فقہی مسائل کا ذکر نہیں ہے، بلکہ اختلافی مسائل کا ذکر ہے اور مسائل بھی صرف وہ جن میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے، حنابلہ یا مالکیہ کے ساتھ اختلافی مسائل کا بہت کم ذکر ہے، اس کتاب میں کُل (۱۶۳۳) اختلافی مسائل کا ذکر ہے، یہ کتاب (۶۵۶۳) صفحات پر مشتمل ہے، یہ کتاب احناف کے عقلی، نقلی دلائل کا بیش بہا ذخیرہ ہے، اس کتاب کے مطالعے سے فقہی بصیرت اور استنباطِ مسائل کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، مصنف کی تبحرِ علمی کا اندازہ اس کتاب سے ہوتا ہے، چونکہ یہ کتاب عرصۂ دراز سے نایاب تھی اس لئے بہت سے اہلِ علم اس سے ناواقف ہیں، اور کتبِ فقہ میں اس کا تذکرہ بھی کم ملتا ہے، اب الحمدللہ یہ علمی وفقہی ذخیرہ بارہ جلدوں میں دکتور محمد احمد سراج اور دکتور علی جمعہ محمد کی تحقیق کے ساتھ "دار السلام" قاہرہ سے ۱۴۲۷ھ میں شائع ہو گیا ہے۔

المحيط الرضوي

یہ محمد بن محمد بن محمد رضی الدین (متوفیٰ ۵۷۱ھ) کی تصنیف ہے (اس سنِ وفات کو زرکلی نے الاعلام ج ۷ ص ۲۵ میں راجح قرار دیا ہے)، انہوں نے محیط نام کی تین کتابیں تصنیف کیں، ایک دس جلدوں میں، دوسری چار جلدوں میں اور تیسری دو جلدوں میں ہے۔ یہ تینوں مصر، شام اور روم میں موجود ہیں:

ثلاثة محيطات الأول: عشر مجلدات، والثاني: أربع مجلدات والثالث: مجلدان، وهذه الثلاثة موجودة بمصر والشام والروم.

علامہ شامی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۲۵۲ھ) اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

فإنه ذكر أولاً مسائل الأصول، ثم النوادر، ثم الفتاوى، ونعم ما فعل.

ترجمہ (امام رضی الدین نے "المحیط") میں سب سے پہلے اصول کے مسائل ذکر کیے، پھر نوادر کے اور پھر فتاوی کے، انہوں نے جو کیا بہت اچھا کیا۔

"المحیط" نام کی اور کتاب ہے جو "المحيط البرهاني" کے نام سے طبع ہے، اس کے مصنف علامہ برہان الدین محمود بن احمد رحمہ اللہ (متوفیٰ ۶۱۶ھ) ہیں، راقم (مولانا محمد نعمان مد ظلہ العالی) کی معلومات کے مطابق "المحيط الرضوي" اب تک طبع نہیں ہوئی۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہ کی تحقیق یہ ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے "المحيط الرضوي" کے متعلق فرمایا کہ اس میں پہلے اصول پھر نوادر اور آخر میں فتاوی کے مسائل ہیں، یہ ترتیب " المحيط البرهاني" میں ہے، محیط رضوی میں اس طرح نہیں ہے، اس میں مسائل ملے جلے اور غیر مرتب ہیں۔

الحاوي القدسي

قاضی جمال الدین احمد بن محمد غزنوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۵۹۳ھ) نے یہ کتاب بیت المقدس میں تصنیف کی ہے، اس لیے اسے "قدسی" کہتے ہیں، یہ کتاب تین قسموں پر مشتمل ہے، ایک قسم اصولِ دین پر ہے، ایک قسم اصولِ فقہ پر ہے اور ایک قسم فرعی مسائل پر مشتمل ہے:

وجعله على ثلاثة أقسام : قسم في أصول الدين، وقسم في أصول الفقه، وقسم في الفروع، وأكثر فيها من ذكر الفروع المهمة في كراريس يسيرة.

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں "فإنه من الكتب المعتبرة" یہ کتاب معتبر کتابوں میں سے ہے۔

القنية

یہ مختار بن محمود بن محمد نجم الدین زاہدی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۸ھ) کی تصنیف ہے، یہ عقائد میں معتزلی اور فروع میں حنفی تھے، علامہ لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) غیر معتبر کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومنها: أن يكون مؤلفه قدجمع فيه الروايات الضعيفة والمسائل الشاذة من الكتب الغير المعتبرة، وإن كان فى نفسه فقيها جليلا كالقنية، فإن مؤلفه مختار بن محمود بن محمد أبو رجاء الزاهدي.

ترجمہ: (غیر معبر کتابوں میں سے وہ کتابیں بھی ہیں) جن کے مصنفین غیر معتبر کتابوں سے ضعیف روایات اور شاذ مسائل کو جمع کرتے ہیں، اگرچہ وہ بذات خود بڑے فقیہ ہیں، جیسے "القنية" کے مصنف مختار بن محمود بن محمد ابوالرجاء زاہدی ہیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے جن کتابوں سے فتوی دینا جائز نہیں ہے، ان میں امام زاہدی رحمہ اللہ کی "القنية" کا بھی ذکر کیا ہے:

لَا يَجُوزُ الْإِفْتاء مِنَ الْكُتُبِ الْمُخْتَصَرَةِ كَالنَّهْرِ وَشَرْحِ الْكَنزِ لِلْعَينِي وَالّدر المختار شرح تنويرِ الْأَبْصَارِ، أَو لِعَدم الاطلاعِ عَلَى حَالِ مُؤَلِّفِيهَا كَشَرح الكنز لِمُنلا مِسْكِينِ وَشَرْحِ النَّقَايَةِ لِلْقُهُسْتَانِي، أَوْ لِنَقْلِ الْأَقْوَالِ الضَّعِيفَةِ فِيهَا كَالقنية للزَّاهِدِي، فَلَا يَجُوزُ الْإِفْتاء مِنْ هَذِهِ إِلَّا إِذَا عَلِمَ الْمَنْقُولَ عَنْهُ وَأَخْذَهُ مِنْهُ.

ترجمہ: کتبِ مختصرہ سے فتوی دینا جائز نہیں ہے، جیسے "النهر الفائق" علامہ عینی کی کنز کی شرح "رمز الحقائق" اور "الدر المختار شرح تنوير الأبصار" یا (جن کتابوں کے) مصنفین کے احوال معلوم نہیں ہیں، جیسے ملا مسکین کی کنز کی شرح "فتح المعين" اور قہستانی کی نقایہ کی شرح "جامع الرموز" یا (جن کتابوں) میں ضعیف اقوال موجود ہیں، جیسے علامہ زاہدی کی "القنية" ان سے فتوی دینا جائز نہیں ہے جب تک ان کا منقول عنہ یا ماخذ کا علم نہ ہو۔

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) مولی برکلی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

وقد نقل عنها بعض العلماء في كتبهم، لكنها مشهورة عند العلماء بضعف الرواية، وأن صاحبها معتزلي.

ترجمہ: بعض علماء نے "القنية" سے مسائل اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں، لیکن یہ کتاب اہلِ علم کے درمیان ضعفِ روایت میں مشہور ہے اور اس کا مصنف معتزلی ہے۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۱ھ) لکھتے ہیں کہ "القنية" پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، یہ غیر معتبر کتابوں میں سے ہے۔

إن هذا لا يعوّل عليه لأن القنية ليست من الكتب المعتبرة.

الحاوي للزاهدي

یہ مختار بن محمود بن محمد ابو رجاء زاہدی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۸ھ) کی تصنیف ہے، مصنف عقائد میں معتزلی اور فروع میں حنفی تھے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) مصنف اور اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

وَالْحَاوِي لِلزَّاهِدِي مَشْهُورٌ بِنَقْلِ الرِّوَايَاتِ الضعيفَةِ وَلِذَا قَالَ ابْنُ وَهَبَانَ وَغَيْرُهُ إِنَّهُ لَا عِبْرَةَ بِمَا يَقُولُهُ الزَّاهِدِيُّ مُخَالِفًا لِغَيْرِهِ.

ترجمہ امام زاہدی کی کتاب "الحاوي "ضعیف روایات کے نقل کرنے میں مشہور ہے، اسی وجہ سے امام ابن وہبان اور دیگر علماء نے فرمایا کہ زاہدی کا قول جب دیگر اہلِ علم کے قول کے مخالف ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ اس کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

ذَكَرَ ابْنُ وَهُبَانَ أَنَّهُ لَا يَلْتَفِتْ إِلَى مَا نَقَلَهُ صَاحِبُ الْقُنيَةِ يَعْنِي الزَاهدي مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ مَا لَمْ يُعْضدهُ نَقُل مِنْ غَيْرِهِ .

ترجمہ: امام ابن وہبان نے یہ بات ذکر کی ہے کہ صاحب "القنية "یعنی امام زاہدی سے نقل کردہ (قول اور مسئلے) کی طرف جبکہ وہ قواعد کے مخالف ہو تو اس کی طرف التفات بھی نہیں کریں گے، جب تک کہ دیگر (اہلِ علم) سے اس کی تائید نہ ہو۔

اللباب في الجمع بين السنة والكتاب

یہ علامہ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۶۸۶ھ) کی تصنیف ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے پاس قرآن و سنت سے دلائل نہیں ہیں، یہ قیاس کو ترجیح دیتے ہیں، موصوف نے مشہور اختلافی مسائل میں قرآن و سنت سے دلائل نقل کیے ہیں، ان کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے مسئلہ نقل کرتے ہیں پھر اس پر پہلے قرآن سے پھر باحوالہ احادیث سے روایات نقل کرتے ہیں، اس میں مرفوع، موقوف اور مقطوع روایات کا ایک بڑا ذخیرہ ہے، جن روایات یا رُوات پر نقد و جرح ہو تو اس کے جوابات بھی نقل کرتے ہیں، اگر امام صاحب سے متعدّد اقوال نقل ہوں تو ہر قول کے دلائل الگ الگ ذکر کرتے ہیں، نبیذ تمر اور مسِ ذکر کے مسئلے میں ذکر کردہ دلائل، وجہ ترجیحات قابل دید ہیں، یہ کتاب ان لوگوں کے لئے دندان شکن جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس احادیث نہیں ہیں، مصنف نے ہر مسئلے میں اس قدر روایات و آثار ذکر کیے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، اس کتاب کے مطالعے سے علمِ حدیث میں آپ کا مقام، وسعتِ مطالعہ اور رجال سے عمیق واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے، اہلِ علم کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے، اگر اس کتاب کا اردو میں ترجمہ تعلیق و تخریج کے ساتھ کیا جائے تو یہ ایک مفید کاوش ہوگی، نیز اس میں ذکر کردہ دلائل کو ہدایہ کے ساتھ اگر حاشیہ میں شائع کیا جائے تو دُگنا فائدہ ہوگا، یہ کتاب محمد فضل عبد العزیز مراد کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں ۱۳۱۴ھ میں "دار العلم "دمشق سے شائع ہوئی ہے۔

منية المصلي

یہ علامہ سدید الدین کاشغری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۰۵ھ) کی تصنیف ہے، حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۶۷ھ) فرماتے ہیں:

وهو كتاب معروف متداول بين الحنفية.

ترجمہ: یہ کتاب حنفیہ کے درمیان مشہور اور متداول ہے۔

مصنف نے متقدمین کی کتب سے صرف اُن مسائل کا انتخاب کیا ہے جن کا تعلق طہارت اور نماز سے ہے اور وہ کثیر الوقوع ہیں، مصنف کو جو بھی مسئلہ ملا انہوں نے اس کتاب میں جمع کیا، اس وجہ سے یہ کتاب حسنِ ترتیب کے وصف سے عاری ہے، حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے اس کتاب کی

متعدّد شروحات کا تذکرہ کیا ہے، اس کتاب کی معروف شروحات دو ہیں:

۱..."حلبة المجلي شرح منية المصلي" علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۷۹ھ)۔

۲...اس کتاب کی دوسری شرح علامہ ابراہیم بن محمد حلبی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۵۶ھ) کی "غنية المستملي شرح منية المصلي" ہے، جو "الحلبي الكبيري" کے نام سے مشہور ہے۔

نصب الرأية لأحاديث الهداية

علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۶۲ھ) کی تصانیف میں دو کتابیں معروف ہیں:

۱... نصب الراية ۲... تخريج أحاديث الكشاف

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۵۲ھ) نے ان دو کتابوں کی تلخیص کی ہے، "نصب الراية" کی "الدراية في تخريج أحاديث الهداية" کے نام سے اور "تخريج أحاديث الكشاف" کی "الكاف الشاف في تحرير أحاديث الكشاف" کے نام سے، علامہ زیلعی رحمہ اللہ اپنے دور کے ایک عظیم نقاد محدث تھے، مزاج میں اعتدال تھا، آپ نے ہدایہ میں موجود احادیث وآثار کی تخریج کی، یہ احادیثِ احکام کا ایک عظیم ذخیرہ ہے، اس میں روایت کی سند، طرق اور علل پر بحث، متابع اور شواہد کا ذکر، رُوات پر جرحاً وتعدیلاً گفتگو، احادیث ورُوات پر ائمہ محدثین کی آراء، غیر مستند روایات کی نشاندہی، فقہ الحدیث اور فوائد کا تذکرہ، اگر روایت بالمعنیٰ ہو تو اصل الفاظ کی نشاندہی، ارسال، انقطاع، تدلیس، علل کی نشاندہی، ائمہ فقہاء کے مستدلات پر گفتگو، متعارض فیہ روایات میں تطبیق، اقوال کا اُن کے اصل قائلین کی طرف انتساب، اقوالِ صحابہ وتابعین کا جابجا تذکرہ، اس میں صرف فقہ حنفی کے مستدلات ہی نہیں بلکہ یہ احادیثِ احکام کا انسائیکلوپیڈیا ہے، کوئی محدث اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، اہلِ علم حضرات احادیثِ احکام سے واقفیت کے لئے ان تین کتبِ تخریج کا مطالعہ کریں:

۱ ... نصب الراية ۲ ... التلخيص الحبير ۳ ... إرواء الغليل.

یاد رہے زیلعی نام کے ساتھ دو علماء مشہور ہیں:

۱...صاحبِ "نصب الراية" علامہ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۶۲ھ)۔

۲...شارحِ کنز صاحبِ "تبيين الحقائق" علامہ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۴۳ھ)۔

جو احادیث وآثار علامہ زیلعی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کو نہیں ملیں یا ان سے چھوٹ گئیں، اُن کی تخریج علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۷۹ھ) نے "منية الألمعي فيما فات من تخريج أحاديث الهداية للزيلعي" کے نام سے کی، یہ کتاب محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۷۱ھ) کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ "مكتبة الخانجي" قاہرہ سے ۱۳۶۹ھ میں طبع ہوئی ہے۔

الغرة المنيفة في تحقيق بعض مسائل الإمام أبي حنيفة

یہ امام محمد بن اسحاق بن احمد ہندی غزنوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۷۳ھ) کی تصنیف ہے، امام فخر الدین سلطان رحمہ اللہ نے فارسی میں " الطريقة البهائية " کے نام سے کتاب لکھی، مصنف نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا اور دلائل وجوابات کا تفصیلاً اس میں اضافہ کیا، اس کتاب میں اختلافی مسائل کا ذکر ہے، خصوصاً وہ مسائل جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف ہے۔

یہ کتاب فقہی ابواب کی ترتیب پر ہے، اس میں تمام اختلافی مسائل کا ذکر نہیں ہے، بلکہ بعض معروف اختلافی مسائل کا ذکر ہے، جیسا کہ

کتاب کے نام سے واضح ہے، پہلا مسئلہ کسی پاک چیز سے بدن یا کپڑے سے نجاست زائل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جیسے سرکہ یا گلاب کا پانی، اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے چھ دلائل ذکر کیے ہیں، پھر امام شافعی رحمہ اللہ کے بھی چھ دلائل ذکر کیے ہیں، اور ہر دلیل کا جواب بھی ذکر کیا ہے، اسی طرح دوسرا مسئلہ وضو بغیر نیت کے جائز ہے یا نہیں؟ اس میں امام صاحب کے پانچ دلائل ذکر کیے ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے بھی پانچ دلائل ذکر کیے ہیں، اور ہر دلیل کا جواب بھی دیا ہے، یہی اسلوب ہے کتاب کے آخر تک، اس کتاب میں احناف کے احادیث کے دلائل بکثرت موجود ہیں، (۱۹۴) صفحات پر مشتمل یہ کتاب "مؤسسة الكتاب الثقافية" سے ۱۴۰۶ھ میں شائع ہوئی ہے۔

نهاية النهاية

یہ علامہ محمد بن محمد بن محمود محب الدین المعروف ابن الشحنۃ الکبیرؒ (متوفی ۸۱۵ھ) کی تصنیف ہے، مصنف کا زیادہ اشتغال تاریخ اور ادب کے ساتھ تھا، اس کی تصانیف میں ایک کتاب "روضة المناظر في علم الأوائل و الأواخر" ہے یہ "تاريخ أبي فداء" کا اختصار ہے، ان کی ایک تصنیف "السيرة النبوية" ہے، انہوں نے ہدایہ کی شرح "نهاية النهاية" کے نام سے لکھی، یہ شرح پانچ جلدوں میں غسل کے مسائل تک ہے۔

جامع الفصولين

یہ شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل المعروف ابن قاضیؒ (متوفی ۸۲۳ھ) کی تصنیف ہے، یہ معتبر کتابوں میں سے ہیں، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

(قوله: جامع الفصولين) هو كتاب معتبر لابن قاضي سماوة، جمع فيه بين فصول العمادي و فصول الأستروشني .

انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں "هو من معتبرات فقهنا" امام محمد بن احمد المعروف نشانجی زادہ نے اس کتاب کی تنقیح و تہذیب کی، اس میں کمی بیشی کی، اس کا نام رکھا "نور العين في إصلاح جامع الفصولين"۔

التصحيح والترجيح والموضوع على مختصر القدوري

یہ علامہ قاسم بن قطلوبغاؒ (متوفی 879ھ) کی تصنیف ہے، مصنف نے اس میں ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسف، اور امام محمدؒ کی طرف منسوب اقوال میں درست قول کی اور مسائل میں راجح اقوال کی نشان دہی کی ہے۔ فقہی مسائل میں ائمہ ثلاثہ کے درست قول اور مفتی بہ اقوال کی وضاحت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ قدوری اور ہدایہ پڑھاتے وقت اس کتاب کو مطالعہ میں رکھا جائے۔

الأشباه والنظائر

علامہ ابن نجیمؒ (متوفی ۹۷۰ھ) کی یہ کتاب درج ذیل سات فنون پر مشتمل ہے:

الفنّ الاوّلُ: القواعدُ الكلية، الفنُّ الثانِي: في الفوائد، الفنّ الثالث: الجمع والفرقُ، الفنّ الرابع: الأَلْغازُ، الفنُّ الخامس: الْحيلُ، الفنُّ السادسُ: الْفرُوقُ، الفنُّ السابعُ: الْحِكايَاتُ والمُرسلاتُ .

یہ کتاب اپنے موضوع پر جامعیت و افادیت کی وجہ سے اہل علم کے درمیان معروف ہے، اس پر چھ شروحات لکھی گئی ہے:

ا: علامہ مصلح الدین بن خیر الدین رومیؒ (متوفی ۱۰۲۵ھ) نے "تنوير الأذهان والضمائر في شرح الأشباه والنظائر لابن

نجیم فی الفروع" لکھی۔

۲:علامہ احمد بن محمد مکی المعروف حموی ؒ(متوفیٰ ۱۰۹۸ھ) نے" غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر "لکھی۔

۳:علامہ ابراہیم بن حسین بن محمد بن احمد المعروف ابن بیری ؒ(متوفیٰ ۱۰۹۹ھ) نے اہم مقامات کو حل کیا ہے اس کا نام "عمدة ذوي البصائر بحل مهمات الأشباه والنظائر" رکھا، غیر مطبوعہ ہے۔

۴:علامہ محمد ہبۃ اللہ بن محمد بن یحییٰ بعلبکی تاجی ؒ(متوفیٰ ۱۲۲۴ھ) نے "التحقيق الباهر في شرح الأشباه والنظائر" نام سے لکھی، یہ غیر مطبوعہ ہے۔

۵:علامہ علی بن عبداللہ طوری ؒ(متوفیٰ ۱۰۰۴ھ) نے "ذخيرة الألفاظ شرح الأشباه والنظائر" کے نام سے لکھی، غیر مطبوعہ ہے

۶:علامہ محمد بن خالد انصاری حمصی ؒ(متوفیٰ ۱۳۶۴ھ) نے "شرح الأشباه والنظائر" کے نام سے لکھی۔

"الأشباه والنظائر" سے فتویٰ دینا عام حالات میں درست نہیں ؛اسلئے کہ اس میں اختصار زیادہ ہے، مرجوح اقوال کو ترجیح دی گئی ہے، البتہ شرح، حاشیہ وغیرہ دیکھنے کے بعد فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

الفصول العمادية

یہ شیخ عبد الرحیم زین الدین ؒ(متوفیٰ) کی تصنیف ہے، انہوں نے فقیہ کا علم اپنے والد سے اور علامہ حسام الدین العلیا آبادی سے حاصل کی، جو مجد الدین محمد استروشنی صاحب "الفصول الأستروشنية" کے شاگرد ہیں، اس کتاب کے بارے لکھنوی ؒ(متوفیٰ ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

قد طالعت "الفصول العمادية" فوجدته مجموعا نفيسا شاملا للأحكام متفرقة و متضمنا للفوائد ملتقطة.

حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح

یہ علامہ طحطاوی ؒ(متوفیٰ ۱۲۳۱ھ) کا "مراقي الفلاح" پر حاشیہ ہے، علامہ شرنبلالی ؒ(متوفیٰ ۱۰۶۹ھ) نے مبتدی طلباء کے لئے عبادات کے مسائل پر مشتمل ایک کتاب "نور الإيضاح" لکھی، پھر خود اس کی شرح "إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح" کے نام لکھی، پھر متوسط شرح "مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح" کے نام سے لکھی، علامہ طحطاوی ؒ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔

حاشية الطحطاوي على الدر المختار

حل کتاب کے اعتبار سے یہ حاشیہ بہت ہی مفید ہے، مصنف نے اختصار کے ساتھ متن حل کیا ہے، اور بقدرِ ضرورت وضاحت کی ہے، اس میں بعض ایسی جزئیات ہے جو دیگر کتب میں نہیں ملتیں، فقہی بصیرت کیلئے اس حاشیہ کو مطالعہ میں رکھنا چاہئے، کتاب کے مقدمے میں مصنف ؒ اپنی فقہی سند انحضرت ﷺ تک نقل کی ہے، "مکتبہ رشیدیہ" کوئٹہ سے چار جلدوں میں طبع ہے۔

قرة عيون الأخيار لتكملة رد المحتار

یہ علامہ علاء الدین محمد بن عمر ؒ(متوفیٰ ۱۳۰۶ھ) کی تصنیف ہے علامہ شامی کے صاحبزادے ہیں یہ کتاب "رد المحتار" کا تکملہ ہے، جو مباحث، عناوین اور مسائل ان کے والد سے رہ گئے تھے، انہوں نے اس کی تکمیل کی، یہ "كتاب الأشربة" سے "كتاب العارية" تک ہے، دو ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ تکملہ الگ سے بھی "دار الفكر" سے طبع ہے۔

مطالب المؤمنين

یہ بدر الدین بن تاج الدین بن عبد الرحیم لاہوریؒ (متوفیٰ) کی تصنیف ہے، امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ (متوفیٰ 1353ھ) فرماتے ہیں کہ یہ قابل اعتماد نہیں ہے:

فإن ماخذه كتاب مطالب المؤمنين للمولوي بدر الدين اللاهوري، وهو رجل غير معتمد عليه.

منتخب اردو فتاویٰ کا تعارف

1......فتاویٰ دار العلوم دیوبند

قاسم العلوم والخیرات علّامہ قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1297 ھ) نے 15 محرم 1283 ھ کو ایک دینی ادارہ کی "مدرسہ اسلامی عربی" کے نام سے داغ بیل ڈالی، یہی ادارہ آگے چل کر دار العلوم دیوبند کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1347 ھ) 1310 ھ سے رجب 1346 ھ تک مسلسل چھتیس (36) سال افتاء کے عہدہ پر فائز رہے، آپ کے ابتدائی اٹھارہ سال کے فتاویٰ 1310 ھ سے 1328 ھ تک بالکل محفوظ نہیں رہ سکے، اس لئے اٹھارہ سال کا یہ قیمتی سرمایہ ضائع ہوگیا، 1329 ھ سے 1346 ھ تک کے فتاویٰ چودہ ضخیم رجسٹروں میں محفوظ ہیں، بارہ رجسٹروں کے فتاویٰ حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی ترتیب پر نہایت عمدہ تعلیق وتخریج اور مقدمے کے ساتھ 12 ضخیم جلدوں میں مرتب کئے، فتویٰ کے شروع میں حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پیشِ لفظ ہے جس میں آپ نے صاحبِ فتاویٰ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور آپ کے فتاویٰ کا تذکرہ کیا ہے، دار الاشاعت کراچی سے تخریجِ جدید کے ساتھ 12 جلدوں میں یہ "فتاویٰ دار العلوم دیوبند" کے نام سے چھپ گئے ہیں۔

2......فتاویٰ رشیدیہ

یہ فقیہ النفس علّامہ رشید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1323 ھ) کے فتاویٰ کا مختصر سا مجموعہ ہے۔

فقہ وفتاویٰ میں آپ کے مقام کا یہ حال تھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو استفتاء آتے تھے حضرت نانوتوی عموماً وہ استفتاءات حضرت گنگوہی کے سپرد کردیتے تھے اور آپ ان کے جوابات لکھتے تھے۔ نیز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے قیام تھانہ بھون کے زمانہ میں اہم مسائل میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

آپ کی فقہی بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے محدث کبیر علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو فقیہ النفس کہا کرتے تھے، اور آپ کو علّامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ترجیح دیا کرتے تھے، علّامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اب سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقیہ النفس جماعتِ علماء میں نظر نہیں آتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ مولانا رضا خان بریلوی کے ہم عصر تھے، اس لئے آپ کے پاس بدعات وخرافات سے متعلق زیادہ استفتاء آتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کے بیشتر فتاویٰ انہیں موضوعات پر کسی قدر تصلب کے اظہار کے ساتھ ہیں۔

یہ فتاویٰ آپ نے زندگی کے مختلف اوقات میں اور خصوصاً دار العلوم دیوبند کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے آنے والے استفتاء کے جواب میں لکھے ہیں، اس میں وقت کے لحاظ سے بدعات وخرافات اور عقائد سے متعلق بھی بہت سے فتاویٰ ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا مفتی محمد طیب یوسف صاحب کو جنہوں نے مختلف کتب سے حضرت کے فتاویٰ کو تبویب وتخریج کے ساتھ فتاویٰ رشیدیہ میں جمع کیا۔ اب یہ فتاویٰ تبویب، ترتیبِ جدید اور تخریج وتحقیق کے ساتھ اشاعت اکیڈمی پشاور سے شائع ہوئے ہیں۔

3......فتاویٰ مظاہر علوم المعروف بہ فتاویٰ خلیلیہ

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1346 ھ) متعدّد علوم وفنون کے متبحر عالم تھے، تاہم حدیث وفقہ سے آپ کو خاص مناسبت تھی، اور یہ

مناسبت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسی فقیہ النفس شخصیت کی سرپرستی اور شفقت وعنایت کی وجہ سے آپ میں پیدا ہوئی تھی۔ آپ کی شانِ تفقُّہ اور فقہی بصیرت کا سب سے پہلا نمونہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہی اعتراضات وجوابات ہیں، جن میں فقہ کی بعض اہم ترین کتابوں خصوصًا ہدایہ کی بعض عبارتوں اور دقائق کو حل کرنے کی درخواست کی گئی تھی، اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی باریک بینی اور ہدایہ کی عبارت پر شبہات کی قوت کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں:

تم جیسے ذکی کا جواب مجھ جیسے مٹھے (کند ذہن) سے کیسے ہوگا؟

یہ فتاویٰ علّامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، یہ آپ کے اُن فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو آپ نے مظاہر علوم کے دار الافتاء سے جاری فرمائے تھے، اسی لئے اس کو فتاویٰ مظاہر علوم کہتے ہیں، اور آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کو فتاویٰ خلیلیہ بھی کہتے ہیں۔ ان فتاویٰ کو مولانا سید خالد صاحب نے مرتب کیا ہے، اس فتاویٰ کے شروع میں حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی پیش لفظ ہے، مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری نے مقدمہ وتعارف کے عنوان سے 40 صفحات پر حضرت شیخ کی تفصیلی سوانح اور اس فتاویٰ کا تعارف کرایا ہے، مرتب نے فقہی ابواب کی ترتیب پر تعلیق وتخریج کے ساتھ اس کی افادیت میں اضافہ کردیا ہے، یہ فتاویٰ 470 صفحات میں مکتبۃ الشیخ بہادر آباد سے شائع ہوئے ہیں۔

4......عزیز الفتاویٰ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1396ھ) نے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1347ھ) کے 1329ھ سے 1334ھ تک لکھے گئے فتاویٰ کو جمع کیا ہے، مفتی صاحب کے فتاویٰ کے کل چودہ ضخیم رجسٹروں میں سے مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صرف دو رجسٹروں کے فتاویٰ کو مرتب فرمایا تھا، بقیہ بارہ رجسٹروں کے فتاویٰ مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا، حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم دیوبند میں قیام کے دوران اس فتاویٰ کو مرتب کیا، اور اس کے ساتھ اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ کو بھی "امداد المفتین" کے نام سے جمع کیا، یہ مجموعہ پہلے ماہنامہ "المفتی" سے شائع ہوتا رہا پھر دیوبند ہی سے آٹھ حصوں میں شائع ہوا، اس فتاویٰ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ "عزیز الفتاویٰ" اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ "امداد المفتین" کے نام سے جمع ہیں، یہ فتاویٰ چونکہ قیام دیوبند کے دوران مرتب کیے گئے اس لئے اس کو فتاویٰ دار العلوم دیوبند بھی کہتے ہیں۔ دار الاشاعت کراچی سے ترتیبِ جدید، تعلیق وتخریج اور اضافات کے ساتھ یہ دو جلدوں میں چھپ گئے ہیں۔

5......امداد الفتاویٰ

حکیم الامت مجددِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1362ھ) کی خدمات یوں تو ہمہ جہت ہیں، لیکن آپ کی خدمات کے دو عناوین (فقہ اور تصوف) سب سے زیادہ نمایاں ہیں، چنانچہ آپ نے فقہ میں مہارت کی بناء پر طالب علمی کے زمانہ سے ہی حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں فتویٰ نویسی شروع کردی تھی، پھر جب کانپور تشریف لے گئے تو وہاں بھی نمایاں طور پر آپ نے افتاء کی خدمت انجام دی اور آخر میں جب آپ کا قیام تھانہ بھون میں تھا تو یہاں بھی کثرت سے استفتاءات کے جوابات تحریر فرمایا کرتے تھے۔

فقہ وفتاویٰ میں آپ کے کام کا جو انداز تھا، ان میں سے چند قابل تقلید خصوصیات کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے:

1 ...... فقہی مسائل میں نصوص پر اعتناء علمائے دیوبند کی خصوصیت رہی ہے، چنانچہ آپ میں بھی یہ وصف بدرجہ اتم پایا جاتا تھا، یہاں تک کہ آپ نے نص قرآنی سے احکام کے استنباط کے سلسلہ میں باضابطہ "دلائل القرآن علی مسائل النعمان" اور نص حدیث سے مسائل کے استنباط کے تعلق سے "إعلاء السنن" لکھنے کا مستقل ارادہ فرمایا تھا، جس کو آپ کے شاگردوں نے مکمل کیا۔

2......آپ فقہاء کی جزئیات سے عموماً نہیں ہٹتے تھے، اور فقہ وفتاویٰ میں اجتہادی شان رکھنے کے باوجود اپنی انفرادی رائے اختیار کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

3......جس مسئلہ میں صریح جزئیہ نہ ملے وہاں اصول وقواعد کی روشنی میں جواب تو لکھ دیتے تھے مگر یہ تنبیہ ضرور کر دیتے تھے کہ یہ جواب اس بنیاد پر ہے کہ صریح جزئیہ نہیں ملا، اس لئے دوسرے علماء سے بھی مراجعت کر لی جائے اور اختلاف ہو تو مطلع کیا جائے۔

4......آلاتِ جدیدہ اور معاملاتِ جدیدہ میں ابتلائے عام اور یُسر وسہولت کے پہلو کو ہمیشہ سامنے رکھتے تھے تاکہ لوگ شریعت سے متنفر ہو کر حرام میں نہ پڑ جائیں۔

5......معاملات میں آسانی وسہولت اور ابتلائے عام پر نظر کرتے ہوئے بسا اوقات مذہب کی ضعیف روایت کو اصولِ فقہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے اختیار کر لیتے تھے۔

6......اگر اپنے مذہب میں معاملات میں آسانی وسہولت کی گنجائش نہ ہو تو دوسرے ائمہ متبوعین کے مذاہب سے بھی استفادہ کرتے تھے اور اس کو "عدول عن الدين إلى الدين" قرار دیتے تھے، چنانچہ "الحيلة الناجزة" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

امداد الفتاویٰ آپ کے بیش قیمت فتاویٰ کا مجموعہ ہے، اولاً 1325ھ تک کے فتاویٰ جمع کیے گئے تھے، جن میں دار العلوم دیوبند، جامع العلوم کانپور اور تھانہ بھون، تینوں زمانوں کے فتاویٰ کو جمع کیا گیا تھا، 1325ھ کے بعد کے فتاویٰ "تتمہ امداد الفتاویٰ" کے نام سے شائع ہوتے رہے، مگر آپ کی وفات کے بعد 1371ھ میں مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ظہور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تعاون سے نئی ترتیب وتبویب کے ساتھ اِسے چھ جلدوں میں مرتب کیا۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتاویٰ کا نام "امداد الفتاویٰ" اپنے شیخ ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا۔

اس فتاویٰ کے شروع میں حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ نے بارہ صفحات پر نہایت جامع انداز میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھی ہے۔ ترتیبِ جدید، تبویب، تعلیق وتخریج کے ساتھ یہ فتاویٰ چھ جلدوں میں مکتبہ دار العلوم کراچی سے شائع ہوا ہے۔

6......امداد الاحکام

یہ فتاویٰ محقق العصر علّامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1394ھ) اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1368ھ) کے ہیں، یہ دو ہزار ایک سو اکہتر (2171) فتاویٰ پر مشتمل ہے، جس میں پانچ سو ایک (501) فتاویٰ مولانا مفتی عبدالکریم صاحب کے ہیں اور بقیہ (1670) حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ ہیں، بعض فتاویٰ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر فرمودہ ہیں۔ علّامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ 1340ھ سے 1358ھ تک کے ہیں، اور مولانا مفتی عبدالکریم صاحب کے 1343ھ سے 1355ھ تک کی مدت میں لکھے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے موصوف کو علمِ حدیث اور رجال میں خوب تبحر عطا کیا تھا، اس کی زندہ وجاوید مثال "إعلاء السنن" ہے، اس میں آپ نے فقہ حنفی کے نقلی دلائل یعنی احادیث وآثار کی محد ثانہ مباحث کو نہایت تحقیق وتدقیق اور محنتِ شاقہ کے ساتھ بیس سال کے عرصے میں جمع کیا، آپ کے قلم سے لکھے ہوئے فتاویٰ میں احادیث کی مباحث نہایت شرح وبسط کے ساتھ محد ثانہ اصول پر لکھی گئی ہیں، بعض فتاویٰ تو مستقل رسالوں کی صورت اختیار کر گئے ہیں، حضرت حکیم الامت کو آپ کے فتاویٰ پر مکمل اعتماد تھا۔

یہ فتاویٰ مفتی اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ کے 70 صفحات پر مشتمل نہایت علمی وتحقیقی مقدمے کے ساتھ چار جلدوں میں مکتبہ

دار العلوم کراچی سے شائع ہوا ہے۔

7......کفایت المفتی

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1372ھ) کے قلم سے لکھے گئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جس کو آپ کے فرزند اکبر مولانا حفیظ الرحمٰن واصف نے مرتب کیا ہے۔ آپ کی فتاویٰ نویسی کی پچپن سالہ زندگی میں سے زیادہ سے زیادہ پچیس سال کے فتاویٰ ہی کو جمع کیا جا سکا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے اربابِ افتاء نے بڑی محنت اور قابلیت کے ساتھ اس فتاویٰ کی نئی تبویب اور تخریج و تعلیق کا کام کیا ہے، ہر مسئلے کی تخریج میں کم از کم تین حوالے نقل کیے ہیں، ہندوستانی قدیم نسخوں کی طرف مراجعت کر کے عبارات کی تصحیح کی ہے، اردو کے قلیل الاستعمال الفاظ اور ہندی، فارسی کے الفاظ کی بھی وضاحت کی ہے، اس لئے یہ موجودہ نسخہ چودہ جلدوں پر مشتمل نہایت ہی افادیت کا حامل ہے۔

8......فتاویٰ عزیزی

یہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1239ھ) کی طرف منسوب مختلف مضامین اور فتاویٰ کا بیش بہا علمی مجموعہ ہے، اس فتاویٰ میں فقہ، عقائد، تصوف اور کلام کے مضامین شامل ہیں، اس فتاوی میں حضرت شاہ صاحب کے مختلف رسائل بھی شامل ہیں، اس میں درج ذیل پانچ بڑے ابواب کے تحت مسائل ہیں:

(1) "باب التفسير والتشريح" اس کے تحت قرآنِ کریم کی مختلف آیات کی تفسیر ہے۔

(2) "باب التصوف" اس کے تحت تصوف، وحدت الوجود، توحیدِ وجودی، کشف، الہام، استعانت بالارواح، استمداد از اہلِ قبور اور دیگر رسومات و بدعات سے متعلق مسائل کے جوابات ہیں۔

(3) "باب الخلافة" اس کے تحت تفضیلِ شیخین، بارہ خلفاء، ائمۂ اثنا عشریہ، خلافت علی منہاج النبوۃ اور امامت و خلافت سے متعلق مباحث ہیں۔

(4) "باب العقائد" اس کے تحت عقیدۂ بداء، رؤیتِ باری تعالیٰ، شفاعتِ انبیاء و شہداء و علماء کی وضاحت، عدالتِ صحابہ، واقعۂ معراج، عصمتِ انبیاء، تکفیرِ اہلِ قبلہ، فرقۂ امامیہ اور دیگر گمراہ فرقوں کا ذکر ہے۔

(5) "باب الفقه" اس کے تحت طہارت، نماز، روزہ، حج، جنازہ، نکاح، طلاق، بیع و شراء، رہن، ہبہ اور سود سے متعلق اہم فقہی مسائل کا ذکر ہے۔

یہ فتاوی فارسی زبان میں ہے، ان کا اردو ترجمہ مولانا عبد الوحد صاحب غازی پور رحمہ اللہ نے (1322ھ) کیا، اب یہ ترجمہ مختلف و متنوع عناوین کے تحت "ایچ ایم سعید" کراچی سے (631) صفحات پر طبع ہے۔

"فتاوی عزیزی" میں حضرت شاہ عبد العزیزؒ کی وفات کے بعد بہت سے اضافات کیے گئے ہیں، اور بعض جوابات ایسے ہیں جن کی نسبت حضرت شاہ صاحب کی طرف کرنا درست نہیں ہے، اس لیے جب تک اس کے مضمون کی تائید کسی اور دلیل سے نہ ہو جائے صرف اس پر اعتماد کرنا مناسب نہیں ہے۔

9......فتاویٰ رحیمیہ

یہ حضرت مولانا قاری مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی ہیں، اس فتاویٰ کے شروع میں کئی اکابر اہلِ علم کی تقریظات ہیں، یہ فتاویٰ

تحقیق وتدقیق کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ ہیں، اِن کا انداز محققانہ ہے، اس میں صرف فقہی کتب کے حوالے نہیں بلکہ احادیث وآثار کا بھی بیش بہا ذخیرہ ہے، مسئلہ تقلید کے متعلق تفصیلی مباحث ذکر کیے ہیں، غیر مقلدین کے اشکالات کے بحوالہ جوابات دیئے ہیں، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

اس فتاویٰ پر حضرت مولانا مفتی صالح محمد او کاڑوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ ترتیب، تبویب اور تعلیق وتخریج کرکے اس کی افادیت بڑھادی ہے، یہ فتاویٰ دار الاشاعت کراچی سے پانچ جلدوں میں چھپ گئی ہیں۔

10......امداد المفتین

جب 1344ھ میں مفتی عزیز الرحمٰن دار العلوم سے مستعفی ہو گئے تو 1349ھ میں مفتی شفیع صاحب کو دار الافتاء کے منصب پر فائز کیا گیا اور 1362ھ تک آپ نے اس عہدہ پر فائز رہ کر تقریباً چالیس ہزار فتاویٰ تحریر کئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کی بناء پر افتاء کا سلسلہ جاری رکھا، تاہم 1362ھ سے 1371ھ تک نو سالوں میں جو فتاویٰ آپ کے قلم سے نکلے انہیں محفوظ نہیں کیا جاسکا، پھر 1952ء میں آپ نے دار العلوم کراچی کے شعبہ افتاء سے 1959ء تک جو فتاویٰ لکھے ان کی نقل محفوظ کی گئی، جن کی تعداد ستر ہزار نو سو بارہ (70912) ہیں۔

آپ نے جدید مسائل کو اجتماعی آراء سے حل کرنے کے لئے ایک مجلس بھی "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ" کے نام سے قائم کی تھی، جس میں محدث العصر علّامہ یوسف بنوری، فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہما اور دار العلوم کراچی اور شہر کے خاص خاص اہلِ علم شریک ہوتے تھے۔

"امداد المفتین" حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے 1349ھ سے 1362ھ تک لکھے گئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، آپ کے قلم سے جاری فتاویٰ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہے جن میں سے یہ ایک حصہ "امداد المفتین" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا نام امداد الفتاویٰ تھا تو آپ نے اس مناسبت سے اس فتاویٰ کا نام "امداد المفتین" رکھا، اسے آپ نے خود پہلے آٹھ مختصر جلدوں میں مرتب کیا تھا لیکن اس وقت فتاویٰ میں تبویب وترتیب نہ تھی، جس کی وجہ سے مسئلہ نکالنا کافی مشکل تھا، پاکستان ہجرت کے بعد حضرت نے "عزیز الفتاویٰ" اور "امداد المفتین" دونوں کی علیحدہ علیحدہ تبویب وترتیب کراکر بہت سی اصلاحات کے بعد 1383ھ میں کراچی سے یہ عظیم الشان ذخیرہ دو جلدوں میں دار الاشاعت کراچی سے شائع ہوا، پہلی جلد میں عزیز الفتاویٰ اور دوسری جلد میں امداد المفتین ہے، چونکہ یہ دونوں فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں لکھے گئے اس لئے آپ نے اپنی زندگی میں ان دونوں فتاویٰ کو فتاویٰ دار العلوم دیوبند کے نام سے شائع کیا۔

فتاویٰ نویسی میں آپ کا جو منہج اور طریقہ کار تھا اُسے درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

1......سب سے پہلے آپ یہ دیکھتے تھے کہ استفتاء جواب دینے کے لائق ہے یا نہیں، کیوں کہ بسا اوقات فتویٰ حاصل کرنے کا مقصد عمل کرنا یا علم میں اضافہ کرنا نہیں بلکہ مخالف کو زیر کرنا یا فتنہ پیدا کرنا ہوتا ہے، اس لئے آپ ایسے استفتاء کا جواب نہیں لکھتے تھے، بلکہ نصیحت کردیا کرتے تھے، چنانچہ ایک صاحب کا استفتاء آیا کہ فلاں امام صاحب فلاں فلاں آداب کا خیال نہیں رکھتے، کیا انہیں ایسا کرنا چاہیے؟ تو آپ نے جواب لکھا کہ یہ سوال تو خود امام صاحب کے پوچھنے کا ہے، انہیں کہئے کہ وہ تحریراً یا زبانی معلوم کرلیں۔

2......نظریاتی (غیر عملی) سوالات کی آپ حوصلہ شکنی کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ سے پوچھا گیا یزید کی مغفرت ہوگی یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا یزید سے پہلے اپنی مغفرت کی فکر کرنی چاہیے۔

3......فتاویٰ لکھتے وقت آپ اس پہلو سے بھی بہت غور کرتے تھے کہ اس جواب کا نتیجہ کیا ہوگا، مثلاً کوئی مباح چیز ہے مگر اس سلسلہ میں کھلی چھوٹ

دینے سے معصیت تک پہنچنے کا اندیشہ ہے، ایسے وقت میں فتویٰ کے بجائے مشورہ لکھا کرتے تھے کہ یہ عمل مناسب نہیں ہے، یا اس سے گریز کرنا چاہیے۔

4......فتویٰ کی عبارت میں آپ فقہی اصطلاحات سے بہت گریز کرتے تھے۔

5......کسی مسئلہ کا جواب مفصل و مدلل لکھنا ہو تو آپ تمہید اور دلائل کے ساتھ فتویٰ نہیں لکھتے تھے بلکہ اصل مسئلہ کا مختصر اور سادہ حکم لکھتے تھے تاکہ طالب کا مقصد پہلے ہی جملہ سے پورا ہو جائے۔

6......اگر سوال کرنے والے نے گڈمڈ کر کے مفصل استفتاء لکھا ہو اور اس میں کچھ زائد باتیں بھی آگئی ہوں جن سے حکم پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو تو آپ پہلے ان سوالات کا تجزیہ کر کے انہیں نمبروار لکھتے تھے پھر ان کے جوابات بھی نمبروار تحریر فرماتے تھے۔

7......کسی مسئلہ کی طرف آپ کا میلان ہوتا اور اکابر سے اس سلسلہ میں واضح رائے نہیں ملتی تو آپ تفرد اختیار کرنے اور اپنی الگ رائے لکھنے سے بہت گریز کرتے تھے۔

11......فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1417ھ) کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، 1385ھ کو آپ نے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں صدر مفتی کی حیثیت سے افتاء کا آغاز کیا، آپ نے تقریباً دس ہزار استفتاء کے جوابات تحریر فرمائے ہیں، اس لئے بجا طور پر دنیا آپ کو فقیہ الامت کے لقب سے یاد کرتی ہے، آپ کے ان فتاویٰ کو مولانا فاروق صاحب نے مرتب کیا ہے، آپ کے اس فتاویٰ میں نو ہزار آٹھ سو پچاسی (9885) استفتاء اور بارہ ہزار پانچ سو ستتر (12577) مسائل ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے اربابِ افتاء نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ اس فتاویٰ کو نئی تبویب اور تخریج و تعلیق کے ساتھ شائع کیا ہے، ہر مسئلے کی تخریج میں کم از کم تین حوالے نقل کیے ہیں۔

12......نظام الفتاویٰ

یہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جسے انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں مفتی اور صدر مفتی کی حیثیت سے لکھے تھے۔ آپ کے فتاویٰ میں احوالِ زمانہ کے پیدا شدہ مسائل میں تیسیر و سہولت کا پہلو پایا جاتا ہے۔ یہ فتاویٰ ترتیبِ جدید اور مزید حوالہ جات کی تحقیق و تخریج کے ساتھ تین جلدوں میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا سے شائع ہوئے ہیں۔

13......احسن الفتاویٰ

یہ فتاوی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۲ھ) کے ہیں، فتاوی نویسی کا کام آپ نے فراغت کے بعد ۱۳۶۲ھ سے ہی شروع کر دیا تھا، جب آپ "مدینۃ العلوم بھینڈو" (ضلع حیدر آباد، سندھ) میں مدرس تھے، لیکن یہاں دار الافتاء کی مکمل ذمہ داری آپ پر ۱۳۶۶ھ میں ڈالی گئی اور ۱۳۶۹ھ تک آپ بیک وقت شیخ الحدیث، صدر مدرس اور صدر مفتی رہے، پھر ۱۳۷۰ھ میں جب جامعہ دار العلوم کراچی گئے تو وہاں اگرچہ آپ "شیخ الحدیث" رہے اور افتاء کی ذمہ داری باضابطہ آپ سے متعلق نہیں کی گئی، لیکن زیادہ اہم اور پیچیدہ مسائل سے متعلق استفتاءات آپ ہی کے سپرد کیے جاتے تھے، نیز ۱۳۸۱ھ میں جب دارالعلوم نے "تخصص فی الفقہ" کا شعبہ شروع کیا تو اس میں مربی کی

حیثیت سے آپ ہی کا نام منتخب کیا گیا، پھر آپ نے ۱۳۸۳ھ سے ایک علیحدہ فقہی اور اصلاحی ادارہ "دار الافتاء والارشاد" کی بنیاد ڈالی اور مستقل اس پلیٹ فارم سے آپ نے فقہ وفتاوی کی خدمات انجام دیں۔

مفتی صاحب کے علمی وقلمی سرمایوں میں سب سے اہم سرمایہ آپ کے فتاوی کا مجموعہ "احسن الفتاوی" ہے، آپ کے فتاوی کی بڑی تعداد محفوظ نہیں کی جاسکی، جیسا کہ آپ کے حالات لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۷۰ھ تک فتادی کی نقل رکھنے کا اہتمام نہیں کیا گیا اور ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۷۶ھ تک کل دو ہزار پچیس (۲۰۲۵) فتاوی آپ نے تحریر کیے، مگر ان میں سے صرف چار سو اکیاون (۴۵۱) فتاوی نقل ہو سکے، آپ کے ابتدائی دور کے فتاوی کا مجموعہ سب سے پہلے ۱۳۷۹ھ میں شائع ہوا تھا، ۱۳۸۳ھ سے جدید سلسلہ کا آغاز ہوا اور اب یہ مجموعہ نو (۹) ضخیم جلدوں میں طبع شدہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب نئے مسائل پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، اور ٹھوس دلائل کے ساتھ مفصل جواب لکھا کرتے تھے، آپ کے بہت سے فتادی رسائل کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں، جنہیں اس مجموعہ میں شامل کر لیا گیا ہے، آپ کے رسائل کی فہرست (احسن الفتاوی: ص ۱۸، ۱۹، ۵۶۹، پر ہے) اس میں سے اکثر رسائل "احسن الفتاوی" میں شامل کر دیے گئے ہیں۔

آپ کی ایک منفرد تحقیق "إرشاد العابد إلى تخريج الأوقات وتوجيه المساجد" ہے، یہ دو سو اٹھارہ (۲۱۸) صفحات پر مشتمل ایک مفصل مقالہ ہے، جس میں اوقات نماز کی تخریج اور سمت قبلہ کی تعیین سے متعلق نہایت مفید معلومات وقواعد تحریر کیے گئے ہیں، حضرت مفتی صاحب کا انداز نہایت محققانہ تھا، تقریبا ہر فتوی با حوالہ ہے، جابجا طویل عربی عبارات کے اقتباسات نقل کیے ہیں، اس فتاوی میں عقائد، توحید وسنت، بدعات، رسومات اور فرقِ باطلہ سے متعلق استفتاءات کے تفصیلی جوابات ہیں، خصوصا مسئلۂ علمِ غیب، مسئلۂ ختمِ نبوت حقیقتِ شیعہ، فتنۂ انکارِ حدیث، ایک مجلس میں تین طلاق یا ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقوں کی شرعی حیثیت، اور اس طرح کے دیگر اہم مسائل کی نہایت مفصل ومدلل انداز میں تحقیق کی ہے۔

فتوی نویسی میں ہر مفتی کا انداز واسلوب جدا ہوتا ہے، اس لیے بعض مسائل میں اہلِ علم وافتاء کے لیے اختلاف کی گنجائش باقی رہتی ہے، امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے:

"كل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا صاحب هذا القبر".

14......فتاویٰ حقانیہ

یہ جامعہ دار العلوم حقانیہ سے جاری ہونے والے گرانقدر فتاوی پر مشتمل ہے، دار العلوم حقانیہ کی بنیاد ۱۹۴۷ء بمطابق ۱۳۶۶ھ کو رکھی گئی، اس کی ابتداء ایک چھوٹی سی مسجد سے ہوئی، مگر اللہ تعالی کو منظور تھا کہ یہ ادارہ علوم ومعارف کا گنجینہ بنے، پھر وہ وقت بھی آیا کہ دار العلوم حقانیہ کی تبلیغی، تعلیمی اور دینی خدمات کی وجہ سے دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے اسے "دیوبند ثانی" کا خطاب دیا۔

یہ فتاوی چونکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ کی نگرانی میں لکھے گئے، اس لیے ان کو انہی کی طرف منسوب کیا گیا اور اس مجموعے کا نام "فتاوی حقانیہ" رکھا گیا، فتاوی کے استیناد کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ "دار العلوم حقانیہ" جیسے مستند ادارے سے شائع ہوئے ہیں، ماہنامہ "الحق" میں شائع ہونے والے بعض مفید مضامین اور مقالات بھی اس میں شامل کیے گئے ہیں، اس کی ابتداء میں فقہی مباحث پر مشتمل ایک نہایت علمی وتحقیقی مقدمہ لکھا گیا ہے، اور اُن تمام مفتیانِ کرام کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے، جن کے تحریر کردہ فتاوی اس مجموعہ میں شامل کیے

گئے ہیں، ادارے سے شائع شدہ فتاوی عموماً تفردات اور شذوذ سے خالی ہوتے ہیں بخلاف شخصی فتاوی کے، اس کی جلدِ اول کا عموماً اور "کتاب العقائد والایمانیات" کا خصوصاً اربابِ فتاوی اور اہل علم کے لیے مطالعہ نہایت مفید ہے۔

15......خیر الفتاویٰ

یہ فتاوی استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۰ھ) کے قائم کردہ ادارہ "خیر المدارس" کے دار الافتاء سے جاری کیے گئے فتاوی کا مجموعہ ہے، حضرت کی طرف نسبت کی وجہ سے اس مجموعہ کا نام "خیر الفتاوی" رکھا گیا، ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مدارس میں "جامعہ خیر المدارس" ملتان کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے، اور اس ادارے کے دار الافتاء سے شائع ہونے والے فتاوی میں اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے مسلک کی افراط و تفریط سے ہٹ کر نہایت اعتدال کے ساتھ صحیح ترجمانی کی گئی ہے، اس فتادی کے استیناد کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب، حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب جیسے نامور مفتیانِ عظام کے فتاوی پر مشتمل ہے، اس کے شروع میں خیر المدارس کے اربابِ افتاء کے نام سے ان مفتیانِ کرام کی مختصر سوانح درج ہے، اس کے بعد فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب کا نہایت علمی و تحقیقی مقدمہ ہے، جو پینتیس (۳۵) صفحات پر مشتمل ہے، راقم (مولانا محمد نعمان صاحب) کی رائے یہ ہے کہ اس کی پہلی جلد مطالعے کے لیے تخصص فی الفقہ کے طلبہ کے نصاب میں شامل کرنی چاہیے، اس کی پہلی جلد کا خصوصاً اور مکمل فتاوی کا عموماً مطالعہ کرنا اہل علم کے لیے نہایت مفید ہے۔

16......آپ کے مسائل اور اُن کا حل

یہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے فتاوی ہیں، اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ۵ مئی ۱۹۷۸ء میں ملک کے معروف اخبار روزنامہ "جنگ" کراچی کے مالکان نے اقرأ کے نام سے اپنے اخبار میں اسلامی صفحے کا آغاز کیا، اس میں ایک کالم تھا "آپ کے مسائل اور اُن کا حل" اس میں تقریباً بیس سال تک آپ سوالات کے جوابات لکھتے رہے، آپ کے جوابات نہایت عام فہم اور عوامی انداز میں ہیں، چونکہ یہ جوابات اخبار میں چھپتے تھے، جس کے قارئین زیادہ تر عوام ہوتے تھے، اس لیے آپ نے ان کی رعایت رکھتے ہوئے عامیانہ اور سلیس انداز میں جوابات دیے ہیں، رائج فتوی نویسی کے انداز سے اجتناب کیا ہے، فرقِ باطلہ خصوصاً فتنۂ قادیانیت کے متعلق آپ کے فتاوی نہایت علمی و تحقیقی ہیں، بعض فتاوی نہایت تفصیلی اور مدلل ہیں، الحمد للہ اب یہ بیش بہا خزانہ حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ کی زیرِ سرپرستی تعلیق و تخریج اور اضافات کے ساتھ 8 ضخیم جلدوں میں "مکتبہ لدھیانوی" کراچی سے شائع ہوگیا ہے۔

17......فتاویٰ فریدیہ

یہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کے فتاوی ہیں، ۱۳۸۶ھ میں آپ کی آمد "جامعہ دار العلوم حقانیہ" میں ہوئی، مفتی صاحب دار العلوم حقانیہ کے روح رواں تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ بیک وقت دار العلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث، صدر المدرسین اور مفتی اعظم کے منصب پر فائز تھے، ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کی مکمل زندگی کے فتاوی کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ تک ہے، آپ کے اس فتاوی کی حسنِ ترتیب و تبویب، تعلیق و تخریج حضرت مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری صاحب نے نہایت عرق ریزی اور محنتِ شاقہ کے ساتھ کی ہے، جس سے

فتاوی کی افادیت مزید بڑھ گئی ہے، فتاوی کے شروع میں اصول افتاء سے متعلق عربی میں "البشری لأرباب الفتویٰ" کے نام سے مصنف کا ایک قیمتی رسالہ بھی چھپا ہوا ہے، موصوف کے صاحبزادے نے آپ کی سوانح اور تصنیفات کا بھی تذکرہ کیا ہے، یہ فتاوی ۵ جلدوں میں " دار العلوم صدیقیہ " صوابی سے شائع ہوئے ہیں۔

18......فتاویٰ عثمانی

یہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے ۴۵ سالہ خود نوشت فتاوی کا مجموعہ ہے، اللہ تعالی نے آپ کو علم وفضل اور تقوی وطہارت کے جس بلند مقام سے نوازا ہے عصر حاضر میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے، جدید وقدیم دونوں علوم میں آپ کو مہارتِ تامہ ہے، دیگر علوم وفنون کی طرح حدیث، فقہ اور فتوی کے میدان میں بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں، اس سلسلے میں "تکملة فتح الملهم" کی فقہی مباحث" بحوث في قضايا فقهية معاصرة، أصول الإفتاء وآدابه، فقه البيوع، أحكام الأوراق النقدية ، فقه البيوع، أحكام الذبائح "فقہی مقالات، عدالتی فیصلے، ملکیت زمین کی تحدید وغیرہ جدید مسائل اور معاشیات میں آپ کا شمار چند گنی چنی شخصیات میں ہوتا ہے، آپ کے فتوی لکھنے کا آغاز سولہ سال کی عمر سے ہوا ہے، جواب تک بفضل اللہ جاری ہے، آپ کے یہ علمی، تحقیقی اور مدلل فتاوی اب تک پردۂ خفا میں تھے، اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا مفتی محمد زبیر حق نواز صاحب مدظلہ کو جنہوں نے نہایت عرق ریزی اور محنتِ شاقہ کے ساتھ چالیس سال قبل کے بوسیدہ رجسٹروں سے فتاوی کو نہایت احتیاط کے ساتھ جمع کر کے انہیں فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا، پھر تعلیق وتخریج اور حوالہ جات کے ساتھ اس کی افادیت کو چار چاند لگادیے، یہ فتاوی حضرت شیخ الاسلام صاحب مدظلہ کے پیش لفظ کے ساتھ تین جلدوں میں "مکتبہ معارف القرآن" سے شائع ہو گئے ہیں۔

19......فتاویٰ دار العلوم زکریا

افادات حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ، جس وقت دار العلوم دیوبند قائم کیا گیا، کس کے وہم وگمان میں تھا کہ بے سروسامانی کے عالم میں شروع کیا جانے والا یہ ادارہ دنیا کا ایک عظیم الشان علمی ادارہ بنے گا اور اس کی شاخیں دنیا کے چپے چپے میں پھیل جائیں گی، لیکن یہ دار العلوم دیوبند کے بانیین کے اخلاص کا اثر تھا کہ آج دار العلوم دیوبند کا فیض ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، دار العلوم دیوبند کی شاخوں میں سے ایک شاخ جنوبی افریقہ میں قائم "دار العلوم زکریا" بھی ہے، عوام الناس کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے دار العلوم زکریا میں "دار الافتاء" قائم کیا گیا، جہاں سے ہزاروں کی تعداد میں عوام الناس کی رہنمائی کے لیے فتاوی جاری ہوئے۔

فتاوی دار العلوم زکریا اسی ادارے سے جارے ہونے والے فتاوی کا مجموعہ ہے، جو مفتی رضا الحق صاحب مدظلہ کے افادات پر مشتمل ہے، حضرت مفتی صاحب گزشتہ ۲۵ سال سے دار العلوم زکریا میں فتوی نویسی میں مشغول ہیں، اس سے قبل آپ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے دار الافتاء کے ساتھ وابستہ تھے۔

زیرِ نظر مجموعہ آپ کے ان فتاوی پر مشتمل ہے جو آپ نے دار العلوم زکریا میں خود لکھے، نیز وہ فتادی جو آپ کی نگرانی میں تخصص فی الفقہ والافتاء کے طلبہ نے لکھے، وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں، اربابِ فتاوی اور اہلِ علم سے گزارش ہے کہ "كتاب الإيمان والعقائد" کے تحت تمام فتاوی کا مطالعہ ایک دفعہ ضرور کریں، تحقیق وتدقیق کے حوالے سے یہ فتاوی لاجواب ہیں، فقہی ذوق وبصیرت، وسعتِ مطالعہ، نادر معلومات اور

محققانہ اسلوب و نگارش کے لیے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے، فتاوی کے اس مجموعہ کو مفتی عبد الباری اور مولانا محمد الیاس شیخ نے مرتب کیا ہے، اور ''زمزم پبلشرز'' کراچی نے ٦ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

مطالعہ کے دوران یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ فتاوی افریقہ جیسے ملک میں لکھے گئے ہیں، جہاں دینی اداروں میں ہر مسلک و مذہب کے لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ہر مسلک و مذہب کے لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے دار الافتاؤں سے رجوع کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس مجموعہ کے اندر بھی چند فتاوی شامل ہیں جو فقہ شافعی کے مطابق ہیں، لہذا دورانِ مطالعہ اس بات کو خصوصًا پیش نظر رکھا جائے۔

کتب مالکیہ کا تعارف

متونِ مالکیہ

1..."الرسالة" علامہ ابو محمد عبداللہ نفزی قیروانی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۸۶ھ)

2..."إرشاد السالك إلى أشرف المسالك في فقه الإمام مالك "شیخ عبدالرحمن بن محمد بن عسکر بغدادی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۳۲ھ)

3..."مختصر خلیل "علامہ ضیاء الدین خلیل بن اسحاق بن شعیب جندی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۷۶ھ)

4..."المرشد المعين على الضروري من علوم الدين "شیخ عبدالواحد احمد بن عاشر اندلسی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۴۰ھ)

5..."أقرب المسالك لمذهب الإمام مالك "شیخ احمد بن محمد دردیر عدوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۲۰۱ھ)

6... "مجموع الأمير أو مختصر الأمير"علامہ محمد بن محمد بن احمد بن عبدالقادر مالکی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۲۳۲ھ)

الرسالہ

علامہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن قیروانی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۳۸۶ھ) نے اس متن میں نہایت اختصار کے ساتھ صرف معروف مسائل ذکر کیے ہیں، دلائل ذکر نہیں کیے، یہ متن (160) صفحات پر مشتمل ہے، جو"دار الفکر"سے طبع ہے۔

"الرسالہ"کی شروح، حواشی و منظومات

(1)تنظيم مشكلات الرسالة شیخ محمد بن احمد بن غازی عثمانی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۱۹ھ)

(2)كفاية الطالب الرباني لرسالة ابن أبي زيد القيرواني امام ابوالحسن علی بن محمد منوفی مصری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۳۹ھ)

(3)تنوير المقالة في حل ألفاظ الرسالة امام ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن خلیل مالکی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۴۲ھ)

(4)الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني شیخ احمد بن تمیم بن سالم نفراوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۱۲۰ھ)

(5)شرح الرسالة امام ابوعبداللہ محمد بن قاسم جسوس رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۱۸۲ھ)

(6)الثمر الداني في تقريب المعاني الرسالة ابن أبي زيد القيرواني شیخ صالح بن عبدالسمیع الآبی الازہری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۳۵ھ)

(7)مسالك الدلالة على مسائل الرسالة امام ابوالفیض احمد بن محمد بن صدیق غماری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۸۰ھ)

(8)الفتح الرباني على نظم رسالة ابن أبي زيد القيرواني شیخ محمد بن احمد شنقیطی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۸۹ھ)

ارشاد السالک الی اشرف المسالک فی فقہ الامام مالک

شیخ عبدالرحمن بن محمد بن عسکر بغدادی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۳۲ھ) مقدمہ میں سببِ تالیف اور اپنے اسلوب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ألفه بناء على سؤال ولده أن يضع له كتابا يكون كثرة معانيه وجيز اللفظ، سهل التناول والحفظ، فاستخرت الله تعالى وجمعت له هذا المختصر، وأودعته جزيلا من الجواهر والدرر.

ترجمہ: (میں نے یہ کتاب) اپنے بیٹے کی فرمائش پر لکھی، اس میں الفاظ مختصر ہیں اور معانی کی کثرت ہے، اس کتاب کو لینا (سمجھنا) اور حفظ کرنا آسان ہے، میں نے اللہ تعالی سے استخارہ کیا اور اس مختصر (کتاب) میں (مسائل) کو جمع کیا، میں نے اس میں کثرت کے ساتھ جواہر اور موتیوں کو پرو دیا ہے۔

مصنف نے اس متن میں اختصار کے ساتھ مبتدی طلباء کے حفظ کے لیے نفسِ مسائل کو ذکر کیا ہے، (۱۴۰) صفحات پر مشتمل یہ متن "مصطفى البابي حلبي" مصر سے طبع ہے۔

راقم (مولانا محمد نعمان صاحب) کی معلومات کے مطابق اس کتاب کی مطبوعہ شروحات میں صرف ایک شرح طبع ہے۔

ارشاد السالک" کی شرح

اسہل المدارک شرح ارشاد السالک

امام ابوبکر بن حسن بن عبداللہ کشناوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۷ھ) نے مسائل کی تقطیع کرکے ہر مسئلہ کے ساتھ اس سے متعلق دیگر فروعات کا ذکر کیا ہے، مذاہب اور دلائل اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہیں، جابجا فقہائے مالکیہ کی آراء اور کتبِ مالکیہ سے باب سے متعلق دیگر مسائل ذکر کیے ہیں، یہ شرح حلِ کتاب اور فقہ مالکی کی تفہیم کے لیے نہایت موزوں ہے، یہ شرح تین جلدوں میں "دار الفکر" سے طبع ہے۔

مختصر خليل

امام ابو محمد ضیاء الدین خلیل بن اسحاق بن موسی جندی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۶ھ) نے بیس سال سے زائد عرصہ میں یہ متن لکھا، یہ تقریبًا (۱۴۰۰) مسائل پر مشتمل ہے، مصنف نے اس میں فقہ مالکی کے راجح اقوال کو ذکر کیا ہے، یہ کتاب حجم کے لحاظ سے مختصر ہے، مگر علم و فوائد اور معلومات کے لحاظ سے عمیق سمندر ہے، (۲۶۴) صفحات پر مشتمل یہ متن "دار الحديث" قاہرہ سے طبع ہے۔

"مختصر خلیل" کی شروح، حواشی و منظومات

(1) مواهب الجليل في شرح مختصر خليل

امام ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبد الرحمن طرابلسی رحمہ اللہ (متوفی ۹۵۴ھ) کی یہ شرح سب سے جامع اور مدلل ہے، مصنف قوسین کے درمیان متن لکھ کر ایک ایک کلمہ کی تشریح کرتے ہیں، فقہاء کے مذاہب اور دلائل ذکر کرتے ہیں، ہر قول کو اس کے قائل کے ساتھ ذکر کرنے کا التزام کرتے ہیں، دلائل پر مناقشہ کرتے ہیں، راجح قول کی تعیین کرتے ہیں، مالکیہ کے ہاں فتوی اور قضاء کے لحاظ سے معتمد کتاب ہے، یہ کتاب چھ جلدوں میں "دار الفکر" سے طبع ہے۔

(2) التاج والإكليل لمختصر خليل

امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف عبدری رحمہ اللہ (متوفی ۸۹۷ھ) نے اس شرح میں فقہ مالکی کے فروع کو بالتفصیل ذکر کیا ہے، اس کتاب میں فقہاء کے مذاہب اور دلائل کی طرف تعرض نہیں کیا، البتہ ہر مسئلہ کے تحت اقوال ذکر کرکے راجح کی تعین کی ہے، یہ شرح آٹھ جلدوں میں "دار الكتب العلمية" سے طبع ہے۔

(3) شرح الزرقاني على مختصر خليل

امام عبد الباقی بن یوسف بن احمد زرقانی رحمہ اللہ (متوفیٰ۱۰۹۹ھ) کی یہ شرح حلِ کتاب کے لحاظ سے نہایت مفید ہے، اس میں کتاب کے ہر ہر مسئلہ کو ذکر کر کے اس کی توضیح کی ہے، البتہ مذاہب اور دلائل کی طرف تعرض نہیں کیا، ہر باب کے شروع میں مبادیات اور ربط بین الابواب کا اہتمام کیا ہے، یہ شرح آٹھ جلدوں میں "دار الكتب العلمية" سے طبع ہے۔

اس شرح پر علامہ محمد بن حسن بن مسعود بنانی رحمہ اللہ (متوفیٰ۱۱۹۴ھ) نے حاشیہ لکھا ہے، جو "الفتح الرباني فيما ذهل عنه الزرقاني" کے نام سے اصل کتاب کے ساتھ طبع ہے۔

(4) شرح الخرشي على مختصر خليل

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن علی خرشی رحمہ اللہ (متوفی 1101ھ) نے اس کتاب کی دو شرحیں لکھیں، ایک مفصل اور دوسری مختصر، یہ مبتدی طلباء کے لیے اختصار کے ساتھ شرح ہے، اس میں سہل انداز سے نفسِ مسائل کو ذکر کیا ہے، یہ شرح چار جلدوں میں "دار صادر" بیروت سے طبع ہے۔

(5) اتحاف المقتنع بالقليل في شرح مختصر خليل

امام ابو العباس عبد العزیز بن رشید ہلالی سجلماسی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۱۷۵ھ) کی نہایت مختصر شرح ہے، جو دو جلدوں میں "المطبعة الفاسية" سے طبع ہے۔

(6) الشرح الكبير على مختصر خليل

شیخ ابو البرکات محمد الدردیر عدوی رحمہ اللہ (متوفیٰ۱۲۰۱ھ) نے نہایت اختصار کے ساتھ شرح کی ہے، کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

وهو شرح مختصر على المختصر، اقتصر فيه على فتح مغلقه وتقييد مطلقه، وعلى المعتمد من أقوال المذهب.

ترجمہ: یہ "مختصر خلیل" کی مختصر شرح ہے، جس میں مغلق مقامات کے حل اور مطلق مقامات کی تقیید پر اکتفاء کیا ہے اور مذہب کے اقوال میں قابلِ اعتماد (راجح) قول کو ذکر کیا ہے۔

یہ شرح "مطبعة السعادة" مصر سے چار جلدوں میں طبع ہے۔

(7) الإكليل شرح مختصر خليل

شیخ محمد بن محمد بن احمد بن عبد القادر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۳۲ھ) نے متن کے مغلق مقامات کو حل کیا ہے اور غریب الفاظ کی وضاحت کی ہے اور بقدرِ ضرورت مسائل کی توضیح کی ہے، یہ شرح ایک جلد میں "مكتبة القاهرة" مصر سے طبع ہے۔

(8) منح الجليل على مختصر سيدي خليل

شیخ محمد بن احمد بن محمد رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۹۹ھ) نے متن کے مسائل کی تقطیع کر کے متوسط انداز میں ان کی توضیح کی ہے، یہ شرح "مكتبة النجاح" طرابلس سے چار جلدوں میں طبع ہے۔

(9) جواهر الإكليل على مختصر الإمام خليل

شیخ صالح بن عبد السمیع ابی ازہری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۳۵ھ) نے اختصار کے ساتھ حلِ کتاب کیا ہے، مذاہب، دلائل اور دیگر فروعات ذکر نہیں کیں، یہ شرح دو جلدوں میں "مصطفى البابي حلبي "مصر سے طبع ہے۔

(10) مواهب الجليل من أدلة الخليل

شیخ احمد بن احمد مختار شنقیطی رحمہ اللہ نے اس شرح میں "مختصر خلیل "متن کے مسائل کے دلائل ذکر کیے ہیں، اس میں روایات و آثار کا بیش بہا ذخیرہ ہے، یہ کتاب چار جلدوں میں "دار إحياء التراث العربي" سے طبع ہے۔

المرشد المعين على الضروري من علوم الدين

شیخ عبد الواحد بن احمد بن علی اندسی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۴۰ھ) کا یہ متن منظوم ہے، اس کے شروع میں دو مقدمہ ہیں، پہلے مقدمہ میں اشاعرہ کے اعتقاد کے مطابق عقیدوں کا ذکر ہے اور دوسرے مقدمے میں اصولِ فقہ کا ذکر ہے، پھر طہارت، صلوۃ، زکوۃ، صوم، حج اور آخر میں تصوف سے متعلق مسائل و فوائد کو (۳۱۴) اشعار میں ذکر کیا ہے، یہ متن "دار إحياء الكتب العربية "مصر سے طبع ہے۔

المرشد المعين" پر لکھی گئی شروحات

(1) الدر الثمين والموارد المعين

شیخ محمد بن احمد بن محمد مالکی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۷۲ھ) نے اختصار کے ساتھ ان اشعار کی توضیح کی ہے، (۸۸) صفحات پر مشتمل یہ کتاب "مصطفى البابي حلبي" سے طبع ہے۔

(2) المحبل المتين على نظم المرشد المعين

شیخ محمد بن محمد بن عبد اللہ فتحی مراکشی رحمہ اللہ نے اختصار کے ساتھ اشعار کی تشریح کی ہے، اور اشعار میں موجود عقائد، اصطلاحات اور مسائل کو الگ الگ کرکے ان کی توضیح کی ہے، یہ کتاب "المكتبة الثقافية "بیروت سے طبع ہے۔

(3) الفتح المتين على المرشد المعين

شیخ حسن فضل اللہ بن نور نے متوسط انداز میں اشعار کی توضیح کی ہے، (۲۴۴) صفحات پر عمل یہ کتاب "مطبعة محمد بن علي صبيح" مصر سے طبع ہے۔

أقرب المسالك لمذهب الإمام مالك

شیخ احمد بن محمد دردیر عدوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۲۰۱ھ) مقدمہ میں اس متن کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اقتصرت فيه على بيان معاني ألفاظه، يسهل فهمه على المبتدئين.

مصنف نے مبتدی طلباء کے لیے نہایت سہل اسلوب میں امہات مسائل کا ذکر کیا ہے، تمام متون میں عبارت میں تسہیل کے لحاظ سے یہ سب سے ممتاز ہے، یہ متن "مطبعة الاستقامة "قاہرہ سے طبع ہے۔

أقرب المسالك پر لکھی گئی شروح وحواشی

(1) الشرح الصغير

ماتن نے خود اپنی کتاب کی مختصر شرح لکھی، اس میں صرف الفاظ کے معانی کے بیان پر اکتفاء کیا، مذاہب، دلائل، مسائل اور تفریعات ذکر نہیں کیں، یہ کتاب "مطبعة محمد بن علي صبيح" سے طبع ہے۔

(2) بلغة السالك لأقرب المسالك

امام ابوالعباس احمد بن محمد خلوتی صاوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴۱ھ) کی یہ کتاب "الشرح الصغیر" کی شرح ہے، یہ متوسط انداز میں شرح ہے، اس میں مصنف نے الفاظ لغویہ اور غریب الفاظ کی وضاحت کی ہے، اس میں فقہ مالکی کے علاوہ دیگر مذاہب اور فقہاء کی آراء کا ذکر نہیں ہے، اہم مسلہ میں فقہ مالکی کے اقوال وروایات کو ذکر کیا ہے اور راجح قول کی تعیین بھی کی ہے، اختصار کے ساتھ دلائل بھی ذکر کیے ہیں، یہ کتاب فقہ مالکی کے معتمد مراجع میں سے ہے، فقہ مالکی کا کوئی طالب علم اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، یہ اہلِ علم کے ہاں "حاشية الصاوي على الشرح الصغير" کے نام سے معروف ہے، یہ شرح چار جلدوں میں "دار المعارف" سے طبع ہے۔

علامہ محمد بن ابراہیم بن مبارک احسائی مالکی رحمہ اللہ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا ہے، جو "التعليق الحاوي لبعض البحوث على شرح الصاوي" کے نام سے اصل کتاب کے ساتھ "مطبعة عيسى البابي حلبي" سے طبع ہے۔

(3) تبيين المسالك لتدريب السالك إلى أقرب المسالك

شیخ محمد شیبانی بن محمد بن احمد شنقیطی رحمہ اللہ نے اختصار کے ساتھ نفسِ مسائل کی وضاحت کی ہے، اور باب کی مناسبت سے دیگر کتبِ مالکیہ سے مسائل بھی ذکر کیے ہیں، یہ کتاب چار جلدوں میں "دار الغرب" بیروت سے طبع ہے۔

مجموع الأمير

شیخ محمد بن محمد بن احمد بن عبدالقادر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۲ھ) اس متن میں "مختصر خلیل" کے طرز پر چلے ہیں، البتہ انہوں نے راجح قول کے ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے، اور اس متن میں دیگر اہم فقہی مسائل کا بھی ذکر کیا ہے، جو "مختصر" میں نہیں تھے، اس لیے اس کو "المجموع" کہتے ہیں کہ مصنف نے دیگر کتب سے اس میں اضافہ کیا ہے، اس متن کو "مختصر الأمير" بھی کہا جاتا ہے، مصنف نے خود اپنے اس متن پر حاشیہ بھی لکھا جو "ضوء الشموع على المجموع" کے نام سے اہلِ علم کے ہاں معروف ہے، یہ متن اور حاشیہ "المطبعة الخبرية" مصر سے طبع ہے۔

مصنف کی سوانح اور اس کتاب کے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے "الشيخ الأمير وأثره في الفقه المالكي" کا مطالعہ کریں۔

کتب شوافع کا تعارف

شوافع کے کتبِ فقہیہ کے متون سات (۷) ہیں، عموماً فقہ شافعی میں جتنی بھی کتب لکھی گئی ہیں وہ انہی سات متون سے متعلق ہیں، یا ان کی شروح یا حواشی، یا تعلیقات، یا اختصارات، یا منظومات، یا تخریجات، یا دلائل، یا تصحیحات وغیرہ پر مشتمل ہیں، شوافع کے متون درج ذیل ہیں:

متونِ شوافع

(1)"التنبيه في الفقه الشافعي" امام ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۴۷۶ھ)

(2)"المهذب في الفقه الإمام الشافعي" امام ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۴۷۶ھ)

(3)"الغاية والتقريب" امام ابوشجاع احمد بن حسین اصفہانی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۵۹۳ھ)

(4)"منهاج الطالبين وعمدة المفتين" امام ابوزکریا محی الدین یحیی بن شرف نووی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۶۷۶ھ)

(5)"إرشاد الغاوي فى مسالك الحاوي" امام شرف الدین مقری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۳۷ھ)

(6)"روض الطالب" امام شرف الدین مقری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۳۷ھ)

(7)"الزبد في الفقه الشافعي" امام ابوالعباس احمد بن حسین بن حسن المعروف ابن رسلان رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۴۴ھ)

(8)"منهج الطلاب" شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۲۶ھ)

التنبيه في الفقه الشافعي

امام ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۴۷۶ھ) کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

هذا كتاب مختصر في أصول مذهب الشافعي رحمه الله، إذا قرأه المبتدي وتصوره تنبه به على أكثر المسائل، وإذا نظر فيه المنتهي، تذكر جميع الحوادث، إن شاء الله تعالى.

ترجمہ: یہ کتاب مذہبِ شافعی کے اصول پر مشتمل مختصر کتاب ہے، مبتدی طالب علم جب اس کو پڑھے اور غور وفکر کرے تو اکثر مسائل سے واقف ہوجائے گا، اور اگر منتہی طالبِ علم اس میں غور وفکر کرے تو تمام پیش آمدہ سے آگاہ ہوجائے گا۔

مصنف نے نہایت اختصار کے ساتھ اس کتاب میں صرف مسائل ذکر کیے ہیں، اس کا آغاز "كتاب الطهارة" سے اور اختتام "كتاب الشهادات" پر ہے، مبتدی طلباء کے لیے یہ نہایت مفید ہے، (۲۷۸) صفحات پر مشتمل یہ کتاب "عالم الكتب" بیروت سے طبع ہے۔

"التنبيه في الفقه الشافعي" سے متعلق لکھی گئی کتابیں

اس کتاب کی لغات اور کلمات کے مادے اور معانی سے متعلق امام نووی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۶۷۶ھ) نے "تحرير ألفاظ التنبيه" کے نام سے کتاب لکھی، نیز امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے مسائل کی تصحیح پر "العمدة في تصحيح التنبيه" کے نام سے کتاب لکھی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۷۴ھ) نے اس کتاب میں موجود مسائل کے دلائل ذکر کیے، یہ کتاب "إرشاد الفقيه إلى معرفة أدلة التنبيه" کے نام سے "مؤسسة الرسالة" سے دو جلدوں میں طبع ہے۔

المهذب في فقه الإمام الشافعي

یہ بھی امام ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۶ھ) کی تصنیف ہے، مصنف نے اس بات کی مکمل پابندی کی کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کی اصل کتابوں کی طرف رجوع کریں، تاکہ ان سے فقہی اصول مستنبط کر کے ان کے دلائل بیان کریں اور ان اصولوں سے جو فروعی مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان کو ان کی علمی بنیادوں کے ساتھ بیان کریں۔

انہوں نے یہ کتاب اپنی زندگی کے آخری دور میں لکھی۔ کتاب کی دیباچہ میں لکھتے ہیں: "یہ درحقیقت میری پوری عمر کا حاصل اور میرے زمانے کی فکری کوششوں کا نچوڑ ہے۔" فرمایا: "میں نے کتاب 'المهذب' کی تصنیف کا آغاز 455 ہجری میں کیا اور اسے 469 ہجری کے رجب کے آخری اتوار کو مکمل کیا۔

ان کی اس کتاب "المهذب" کی اہم ترین شروح میں امام نووی رحمہ اللہ کی مشہور شرح المجموع شرح المهذب شامل ہے۔

المجموع شرح المهذب

یہ کتاب امام ابوزکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) نے تصنیف کی، جس میں انہوں نے مشہور فقیہ و اصولی شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ کی کتاب "المهذب في الفقه الشافعي" کی شرح کی ہے۔

امام نوویؒ نے شرح میں سب سے پہلے الفاظ کی لغوی وضاحت کی، پھر احادیث کی تشریح کی اور ان کی صحت و ضعف کی وضاحت کی، اس کے بعد فقہی مسائل بیان کیے اور ان میں سے شافعی مذہب کے مطابق راجح اقوال کو ذکر کیا، ان کے مختلف وجوہ اور اقوال کے ساتھ۔ نیز شیرازیؒ کے کلام میں مذکور صحابہ اور علمائے کرام کے تعارف بھی ذکر کیے۔ امام نوویؒ نے خود اپنی کتاب کی مقدمہ میں اس ترتیب کی وضاحت کی ہے۔

الغاية والتقريب

یہ امام ابوشجاع احمد بن حسین اصفہانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۳ھ) کی تصنیف ہے، ان کی ولادت (۴۳۳ھ) میں ہوئی اور وفات (۵۹۳ھ) میں ہوئی، ان کی عمر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) تھی، مصنف اس کتاب کا سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سألني بعض الأصدقاء حفظهم الله تعالى أن أعمل مختصرا في الفقه على مذهب الإمام الشافعي رحمه الله في غاية الاختصار ونهاية الإيجاز؛ ليقرب على المتعلم درسه، ويسهل على المبتدي حفظه.

ترجمہ: مجھ سے میرے بعض دوستوں نے اس بات کی فرمائش کی کہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی فقہ کے مطابق ایک نہایت مختصر کتاب لکھوں، تاکہ پڑھنے والوں کے لیے سہولت ہو اور مبتدی طلبہ کے لیے اُس کا حفظ کرنا آسان ہو۔

یہ (۴۸) صفحات پر مشتمل رسالہ ہے، جس میں مصنف نے نہایت اختصار کے ساتھ اہم مسائل بیان کیے ہیں، یہ رسالہ "عالم الكتب" بیروت سے طبع ہے۔

"الغاية والتقريب" کی شروح، حواشی اور منظومات

کئی ایک شوافع علماء نے اس متن کی شروح لکھی، ان میں مطبوعہ شروح درج ذیل ہیں:

(1) "كفاية الأخيار في حل غاية الاختصار" امام ابوبکر بن محمد حسینی حصنی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۹ھ)

(2)"فتح القريب المجيب في شرح ألفاظ التقريب"امام ابوعبداللہ محمد بن قاسم غزی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۱۸ھ)

(3)"النهاية في شرح الغاية"امام ابوعبداللہ محمد ولی الدین البصیر رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۲۷ھ)

(4)"الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع"علامہ خطیب محمد شربینی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۷۷ھ)

(5)"التهذيب في أدلة متن الغاية والتقريب"ڈکتور مصطفی دیب البغا

علامہ شرف الدین یحیی بن شیخ نور الدین رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۹۰ھ) نے "الغاية والتقريب" کے مسائل کو نظم کی صورت میں لکھا، اور اس کا نام رکھا "نهاية التدريب في نظم غاية التقريب" یہ نظم (۱۶۳) صفحات پر "دار إحياء الكتب العربية" مصر سے طبع ہے، اس نظم کی شرح علامہ احمد بن حجازی بن بدیر رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۷۸ھ) نے لکھی، اور اس کا نام رکھا "تحفة الحبيب بشرح نظم غاية التقريب" یہ شرح "مصطفى البابي حلبي "مصر سے طبع ہے۔

منهاج الطالبين وعمدة المفتيين

امام نووی رحمہ اللہ (متوفیٰ ٦٧٦ھ) نے نہایت عام فہم انداز میں مبتدی طلباء کے لیے اس میں صرف مسائل ذکر کیے ہیں، "كتاب الطهارة" سے اس کتاب کا آغاز ہوتا ہے، اور "كتاب أمهات الأولاد" پر اس کا اختتام ہوتا ہے، (۳۷۰) صفحات پر مشتمل یہ کتاب ایک جلد میں "دار الفكر" سے طبع ہے۔

"منهاج الطالبين" کی شروح وحواشی

اس کتاب کی جامعیت اور افادیت کے پیش نظر کئی ایک اہلِ علم نے اس کی شروح لکھی، جن میں مطبوعہ شروح درج ذیل ہیں:

(1)"تحفة المحتاج بشرح المنهاج"امام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۷۴ھ)

(2)"مغني المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج"علامہ محمد بن محمد شربینی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۷۷ھ)

(3)"نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج"شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن حمزہ علی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۰۴ھ)

(4)"السراج الوهاج شرح متن المنهاج"شیخ محمد زہری غمراوی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۳۳۷ھ)

(5)"زاد المحتاج بشرح المنهاج"شیخ عبداللہ بن شیخ حسن کوہجی رحمہ اللہ

"منهاج الطالبين" کے مسائل کے دلائل پر لکھی گئی کتابیں

"منہاج الطالبین" کی جامعیت اور مقبولیت کی وجہ سے اس کتاب کے مختلف پہلوؤں پر اہلِ علم نے خدمات سرانجام دیں، اس کتاب کے مسائل کے دلائل پر لکھی گئی کتابوں میں مطبوعہ کتابیں دو ہیں۔

(1)"تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج "علامہ ابن الملقن رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۰۴ھ)

(2)"دلائل المنهاج من كتاب رب العلمين وسنة سيد المرسلين"شیخ عبدالملک بن منی باری حلبی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۳۹ھ)

”منهاج الطالبين“ کی اصطلاحات، رموز اور لغات پر لکھی گئی کتابیں

(1)”الابتهاج في بيان اصطلاح المنهاج“شیخ احمد بن ابی بکر بن سمیط علوی حضرمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱۵ھ)

(2)”سلم المتعلم المحتاج إلى معرفة رموز المنهاج“شیخ احمد میقری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۰ھ)

(3)”دقائق المنهاج“امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ)

”منهاج الطالبين“ سے متعلق لکھی گئی وہ کتابیں جو اب تک طبع نہیں ہوئیں

(1)”الإشارات إلى ما وقع في المنهاج من الأسماء والمعاني واللغات“علامہ ابن الملقن رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۴ھ) کی اس کتاب کا مخطوطہ ”مکتبہ بلدیہ اسکندریہ“ میں رقم (۲۲۹۴) کے تحت موجود ہے۔

(۲)”عجالة المحتاج إلى توجيه المنهاج“علامہ ابن الملقن رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۴ھ) کی اس کتاب کا مخطوطہ ”مکتبہ ظاہریہ“ میں رقم (۲۰۰۲) کے تحت موجود ہے، اس کتاب کی شرح علامہ سراج الدین عمر بن محمد یمنی رحمہ اللہ (متوفی ۸۸۷ھ) نے ”الصقالة في زوائد العجالة“ کے نام سے لکھی، اس کتاب کا نسخہ ”خزانة الآصفيه“ میں رقم (۱۱۶۰) کے تحت موجود ہے۔

(۳)”التاج في إعراب مشكل المنهاج“علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی 911ھ) اس کتاب کا مخطوطہ ”دار الكتب المصرية“ میں رقم (۳۴۰) کے تحت موجود ہے۔

إرشاد الغاوي في مسالك الحاوي

علامہ شرف الدین مقری رحمہ اللہ (متوفی ۸۳۷ھ) کی کتاب کے نام میں ”الحاوي“ سے مراد علامہ نجم الدین عبد الغفار قزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۶۶۵ھ) کی ”الحاوي الصغير“ ہے۔

علامہ مقری رحمہ اللہ اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

لم يكن في المذهب مصنف أوجز، ولا أعجز من الحاوي للإمام عبد الغفار قزويني رحمه الله، فإنه لا ينكر فضله، ولا يختلف اثنان في أنه ما صنف قبله مثله.

ترجمہ: مذہب (شافعی) میں امام عبد الغفار قزوینی رحمہ اللہ کی کتاب ”الحاوي“ سے زیادہ مختصر اور معجز کتاب نہیں لکھی گئی، اس کتاب کے فضل وکمال کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور نہ دو اہلِ علم کی آراء اس میں مختلف ہو سکتی ہیں کہ مذہب میں اس سے پہلے اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔

”إرشاد الغاوي“ میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) مسائل کا ذکر ہے، ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) مسائل کا ذکر منطوق میں ہے اور تیس ہزار (۳۰۰۰۰) مسائل مفہوم سے سمجھ آرہے ہیں۔

”إرشاد الغاوي“ کی شروحات

اس کتاب کی نافعیت کی وجہ سے کئی ایک علماء نے اس کی شرح لکھی، جن میں معروف شروح درج ذیل ہیں:

(1)”إخلاص الناوي في إرشاد الغاوي في مسالك الحاوي“ یہ شرح مصنف نے خود لکھی ہے، جو چار جلدوں میں طبع

ہے۔

(2)"فتح الجواد بشرح الإرشاد" علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۷۴ھ)

(3)"الإمداد بشرح الإرشاد" علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۷۴ھ) یہ شرح مذکورہ بالا شرح کا اختصار ہے، جو مخطوطہ کی صورت میں "دار الكتب المصرية" میں رقم (۱۳۷۴) کے تحت موجود ہے۔

(4)"الإسعاد شرح الإرشاد" علامہ کمال الدین بن شریف مقدسی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۰۳ھ) یہ شرح مخطوطہ کی صورت میں "دار الكتب العربية" میں رقم (۱۴۸۳) کے تحت موجود ہے۔

روض الطالب

امام شرف الدین مقری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۳۷ھ) کی یہ کتاب امام نووی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۶۷۶ھ) کی "روضة الطالبين" کا اختصار ہے، اس متن کی سب سے جامع اور مفصل شرح شیخ الاسلام ابو یحی زکریا بن محمد انصاری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۲۶ھ) کی "أسنى المطالب شرح روض الطالب" ہے، جو چار جلدوں میں "دار الكتاب الإسلامي" سے طبع ہے۔

الزبد في الفقه الشافعي

علامہ ابن رسلان شافعی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۸۴۴ھ) نے اس متن میں کمال کیا ہے کہ فقہ شافعی کے اہم مسائل کو فقہی ابواب کی ترتیب پر اشعار کی صورت میں جمع کیا ہے، اس میں تقریباً ایک ہزار چالیس (۱۰۴۰) اشعار ہیں، (۳۴۵) صفحات پر مشتمل یہ کتاب "دار المعرفة" بیروت سے طبع ہے۔

"الزبد في الفقه الشافعي" کی شروحات

ان اشعار کی معروف شروح درج ذیل ہیں:

(1)"مواهب الصمد في حل ألفاظ الزبد" علامہ احمد بن حجازی فشنی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۷۸ھ)

(2)"غاية البيان شرح زبد ابن رسلان" علامہ شمس الدین محمد بن احمد علی انصاری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۰۴ھ)

(3)"فتح المنان شرح زبد ابن رسلان" شیخ محمد بن علی بن محسن حبیشی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۲۸۳ھ) یہ تینوں شروح مطبوعہ ہیں۔

(4)"فيض المنان بشرح زيد ابن رسلان" شیخ یوسف بن محمد طباخ رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۲۴۶ھ) اس شرح کا مخطوط نسخہ "مكتبة الباز" میں رقم (۱۲۷۰) کے تحت موجود ہے۔

منهج الطلاب

شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا بن محمد بن احمد انصاری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۲۶ھ) کا یہ متن اختصار ہے امام نووی رحمہ اللہ کی "منهاج الطالبين" کا، اس کتاب میں مصنف نے معروف مسائل کو نہایت سہل انداز میں ذکر کیا، غیر معتمد اور مجروح اقوال کو حذف کیا ہے۔ (۲۰۰) صفحات پر مشتمل یہ متن "دار الكتب العلمية" سے طبع ہے۔

"منهج الطلاب"اور"فتح الوهاب"کی شروحات

اس متن کی شرح مصنف نے تفصیل کے ساتھ "فتح الوهاب بشرح منهج الطلاب "کے نام سے لکھی، یہ شرح دو جلدوں میں "دار الفکر"سے طبع ہے۔

مصنف کی اس شرح کو اللہ تعالی نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی، کئی ایک علماء نے اس شرح پر حواشی و تعلیقات لکھیں، جن میں معروف حواشی درج ذیل ہیں:

(1)"فتوحات الوهاب بتوضيح شرح منهج الطلاب"علامہ سلیمان بن عمر عجیلی المعروف علامہ جمل رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۲۰۴ھ) یہ حاشیہ"المطبعة الميمنية"سے طبع ہے، یہ حاشیہ" حاشية الجميل على شرح المنهج"کے نام سے بھی طبع ہے۔

(2)"حاشية البيجر مي على شرح منهج الطلاب"علامہ سلمان بن محمد بن عمر بیجرمی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۲۲۱ھ) کا یہ حاشیہ "دار الكتب العربية"سے چار جلدوں میں طبع ہے۔

کتب حنابلہ کا تعارف

متون حنابلہ

حنابلہ کے متون چار ہیں:

(۱)''مختصر الخرقي''امام ابوالقاسم عمر بن حسین خرقی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۴ھ)

(۲)''عمدة الفقه''علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۰ھ)

(۳)''زاد المستقنع''علامہ موسیٰ بن احمد حجاوی مقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۹۶۸ھ)

(۴)''دليل الطالب''علامہ مرعی بن یوسف مقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳۳ھ)

عموماً فقہ حنبلی میں جتنی بھی کتب لکھی گئی ہیں وہ انہی چار متون سے متعلق ہیں، یا ان کی شروح یا حواشی یا تعلیقات یا اختصارات یا منظومات یا تخریجات یا دلائل پر مشتمل ہیں۔

۱...... مختصر الخرقي

امام القاسم عمر بن حسین خرقی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۴ھ) کا یہ متن فقہی ابواب کی ترتیب پر ہے، اور اس میں نہایت اختصار کے ساتھ معروف مسائل کا ذکر ہے، دلائل کا ذکر نہیں ہے، (۱۶۷) صفحات پر مشتمل یہ متن ''دار الصحابة للتراث''مصر سے طبع ہے۔

''مختصر الخرقي''کی شروحات

(۱) شرح القاضي أبي يعلیٰ علی مختصر الخرقي

امام ابویعلیٰ محمد بن حسین بن فراء بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) کی یہ شرح شیخ سعود بن عبداللہ روقی کی تعلیق وتحقیق کے ساتھ ''جامعة أم القریٰ''مکہ مکرمہ سے طبع ہے۔

(۲) كتاب المقنع في شرح مختصر الخرقي

امام ابوعلی حسن بن احمد بن عبداللہ رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۱ھ) کی یہ شرح ڈاکٹر عبدالعزیز بن سلیمان کی تعلیق وتحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں ''مكتبة الرشد''ریاض سے طبع ہے۔

(۳) شرح الزركشي علی مختصر الخرقي

امام شمس الدین محمد بن عبداللہ زرکشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۲ھ) نے اس شرح میں مسائل کو قرآن و سنت سے مبرہن کیا ہے، اس میں (۳۹۳۶) احادیث کا ذکر ہے، مصنف ہر مسئلہ کو ذکر کر کے روایات وآثار سے اس کی دلیل ذکر کرتے ہیں۔ سات جلدوں پر مشتمل یہ شرح ''دار العبيكان''ریاض سے طبع ہے۔

(۴) المغني

امام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد قدامہ دمشقی حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۰ھ) کی یہ شرح فقہ المقارن اور مسائل فقہیہ کا انسائیکلوپیڈیا ہے، مصنف ہر مسئلہ کی شرح کرتے ہیں اور قرآن و سنت اور آثار سے دلائل ذکر کرتے ہیں، فقہاء کے مذاہب اور دلائل بغیر کسی تعصب کے ذکر کرتے ہیں، جس مسئلہ کی دلیل قوی سمجھتے ہیں اسے ترجیح دیتے ہیں۔ ''مسألة'' کا عنوان ذکر کر کے فقہاء کے مذاہب و دلائل اور پھر ''لنا'' کہہ کر فقہ حنبلی کے دلائل اور وجہ ترجیح ذکر کرتے ہیں، اس میں کل (۸۸۸۰) مسائل کا ذکر ہے، فقہ حنبلی کی سب سے جامع اور مدلل یہی کتاب ہے۔ یہ کتاب عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی کی تعلیق و تحقیق کے ساتھ پندرہ جلدوں میں ''دار هجر'' سے طبع ہے۔

(۵) حاشية مختصر الإمام أبي القاسم الخرقي في الفقه على مذهب الإمام المبجل أحمد بن حنبل

شیخ محمد بن عبدالرحمن بن حسین آل اسماعیل کی یہ شرح ''مكتبة المعارف'' ریاض سے طبع ہے۔

(٦) كفاية المرتقي إلى معرفة فرائض الخرقي

شیخ عبدالقادر بن احمد بن بدران رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۶ھ) کی یہ شرح ''المكتبة السلفية'' دمشق سے طبع ہے۔

۲...... عمدة الفقه

امام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۰ھ) کا یہ مختصر متن ہے، مصنف نے اس میں نہایت اختصار کے ساتھ صرف راجح مسائل ذکر کئے ہیں، تاکہ متعلمین کے لئے سمجھنا اور حفظ کرنا آسان ہو، (۱۵۴) صفحات پر مشتمل یہ متن ''المكتبة العصرية'' سے طبع ہے۔

''عمدة الفقه'' پر لکھی گئی شروح و حواشی

(١) العدة شرح العمدة

شیخ بہاء الدین ابو محمد عبدالرحمن بن ابراہیم مقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۴ھ) نے اس شرح میں متن کی توضیح کے ساتھ بقدر ضرورت دلائل بھی ذکر کئے ہیں، ہر مسئلہ کو ''مسألة'' کا عنوان دے کر ترتیب سے ذکر کیا ہے۔ یہ شرح ایک جلد میں ''دار الحديث'' قاہرہ سے طبع ہے۔

(٢) شرح شيخ الإسلام لابن تيمية

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) کی یہ شرح ''کتاب الحج'' تک ہے، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''شرح العمدة في أربع مجلدات''، یعنی عمدہ کی یہ شرح چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

(٣) الوردة شرح العمدة

شیخ عبدالکریم بن ابراہیم عضیہ کی یہ شرح ''دار الخضيري'' مدینہ منورہ سے طبع ہے۔

(٤) شرح الشيخ محمد بن علي الحركان

علامہ محمد بن علی حرکان رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۰۳ھ) کی یہ شرح ''كتاب الأيمان والنذور'' تک ہے۔

"عمدة الفقه" میں موجود احادیث کی تخریج لطیفہ بنت شیخ ناصر بن حمد راشد نے کی ہے، یہ تخریج "دار المعارف" ریاض سے طبع ہے۔

۳...... زاد المستقنع في اختصار المقنع

علامہ شرف الدین ابوالنجا موسیٰ بن احمد بن موسیٰ مقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۹۶۸ھ) نے اس متن میں فقہ حنبلی کے راجح قول کو ذکر کیا ہے، جن مسائل کا وقوع نادر تھا انہیں حذف کیا، اور جن اہم مسائل و فوائد کا ذکر "المقنع" میں نہیں تھا انہیں ذکر کیا، (۲۴۸) صفحات پر مشتمل یہ متن "دار الوطن" سے طبع ہے۔

فائدہ: علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۰ھ) نے فقہ حنبلی پر متوسط انداز میں ایک کتاب لکھی "المقنع" کے نام سے، اس میں مذہب کے دو اقوال، روایات، وجوہ اور احتمالات ذکر کئے، امام ابوالنجا رحمہ اللہ نے اس کتاب کا اختصار کرکے راجح قول کے ذکر پر اکتفا کیا۔

"زاد المستقنع" کی شروح، حواشی و منظومات

(۱) الروض المربع بشرح زاد المستقنع

شیخ منصور بن یونس بن صلاح الدین بن حسن بہوتی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۵۱ھ) کی یہ شرح جامعیت، حسن ترتیب اور دلائل کے لحاظ سے نہایت مفید ہے، عرب کے بہت سے مدارس میں یہ نصاب میں شامل ہے، یہ شرح ڈاکٹر خالد بن علی اور عبدالعزیز بن عدنان کی تعلیق و تحقیق کے ساتھ "دار الرکائز" کویت سے طبع ہے۔

(اس شرح پر متعدّد اہل علم نے حواشی و تعلیقات لکھیں، جن میں سے معروف درج ذیل ہیں:

(۱) حاشية شيخ عبد الله أبا بطين

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن ابابطین رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۸۲ھ)

(۲) حاشية العنقري

شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز عنقری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۳ھ)

(۳) حاشية ابن قاسم

شیخ عبدالرحمن بن محمد بن قاسم عاصمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۲ھ)

(٤) الملخص الفقهي

شیخ صالح بن فوزان نے عبدالرحمن بن محمد کے حاشیہ کی تنقیح و تہذیب اور اضافات کے ساتھ یہ حاشیہ لکھا ہے۔)

(۲) الشرح الممتع على زاد المستقنع

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۱ھ) کی یہ مفصل شرح ہے، جس میں حلِ الفاظ، توضیح مسئلہ اور راجح قول کے دلائل کا ذکر ہے، یہ آپ کے درسی افادات ہیں جنہیں مصنف کے تلامذہ نے قلمبند کیا اور مصنف نے پھر اس پر نظرِ ثانی اور اضافات کئے۔ یہ شرح (۱۵) جلدوں

میں ”دار ابن الجوزي“ سے طبع ہے۔

شیخ فیصل بن عبدالعزیز آل مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۶ھ) نے ”زاد المستقنع“ پر مختصر حاشیہ لکھا ہے، جو ”مكتبة النهضة“ ریاض سے طبع ہے۔

(۳) كلمات السداد على متن الزاد

شیخ فیصل بن عبدالعزیز آل مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۶ھ) نے زاد المستقنع ”پر مختصر حاشیہ لکھا ہے جو ”مكتبة النهضة“ ریاض سے طبع ہے۔

(٤) الإرشاد إلى توضيح مسائل الزاد

شیخ صالح بن فوزان نے اختصار کے ساتھ مسائل کی توضیح کی ہے، ان کی یہ شرح ”محمد بن سعود“ ریاض سے طبع ہے۔

(٥) نيل المراد بنظم متن الزاد

شیخ سعد بن حمد بن عتیق رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۹ھ) نے (۲۲۰۰) اشعار کی صورت میں اس متن کے مسائل کو بیان کیا ہے، لیکن مصنف اس کی تکمیل نہ کر سکے انتقال ہو گیا، اس منظوم کی تکمیل شیخ عبدالرحمن رحمہ اللہ نے کی اور (۲۰۷۰) اشعار کا اضافہ کیا، اب یہ کتاب ”المطابع الأهلية“ ریاض سے طبع ہے۔

(٦) روضة المرتاب في نظم مهمات الزاد

شیخ سلیمان بن عطیہ بن سلیمان مزینی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶۳ھ) نے (۱۹۰۰) اشعار کی صورت میں مسائل کو ذکر کیا ہے، یہ منظومہ کتاب ”دار الأصفهاني“ جدہ سے طبع ہے۔

٤...... دليل الطالب لنيل المطالب

امام مرعی بن یوسف بن ابی بکر بن احمد مقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳۳ھ) اپنے اس متن کے متعلق مقدمہ میں لکھتے ہیں:

وَبَيَّنْتُ فِيهِ الْأَحْكَامَ أَحْسَنَ بَيَانٍ لَمْ أَذْكُرْ فِيهِ إِلَّا مَا جَزَمَ بِصِحَّتِهِ أَهْلُ التَّصْحِيحِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى فِيمَا بَيْنَ أَهْلِ التَّرْجِيحِ وَالإِتْقَانِ وَسَمَّيْتُهُ "دَلِيلَ الطَّالِبِ لِنَيْلِ الْمَطَالِبِ".

ترجمہ: میں نے اس کتاب میں نہایت عمدہ طریقہ کے ساتھ احکام بیان کئے ہیں، اور میں نے اس کتاب میں صرف انہی مسائل کو ذکر کیا ہے جنہیں اہل تصحیح نے جزم کے ساتھ ذکر کیا ہے (یعنی اہل تصحیح کے ہاں وہ قول درست ہیں) اور اہل ترجیح اور اتقان کے ہاں جو مفتی بہ اقوال ہیں اور میں نے اس کتاب کا نام ”دليل الطالب لنيل المطالب“ رکھا ہے۔

اس متن میں مصنف نے اختصار کے ساتھ فقہ حنبلی کے مفتی بہ مسائل کو ذکر کیا ہے، اس میں نفس مسائل کا ذکر ہے دلائل کا ذکر نہیں ہے، (۳۷۱) صفحات پر مشتمل یہ متن ”دار طيبة“ سے طبع ہے۔

”دليل الطالب“ کی شروح، حواشی و منظومات

(١) منار السبيل في شرح الدليل

شیخ ابراہیم بن محمد بن سالم رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۳ھ) نے اختصار کے ساتھ مسائل کی تشریح کی ہے اور دلائل میں احادیث و آثار نقل کئے ہیں۔ یہ کتاب دو جلدوں میں "المكتب الإسلامي" بیروت سے طبع ہے، اس کتاب کی احادیث کی تخریج علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) نے "إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل" کے نام سے کی، کتب تخریج میں یہ کتاب انتہائی مفید ہے، خصوصاً فقہ حنبلی کے دلائل کی معرفت میں، یہ کتاب (۹) جلدوں میں "المكتب الإسلامی" بیروت سے طبع ہے۔ جن روایات کی تخریج علامہ البانی رحمہ اللہ سے چھوٹ گئی تھی تو شیخ صالح بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان روایات کی تخریج و تحقیق کی اور "التكميل لما فات تخريجه من إرواء الغليل" کے نام سے اسے طبع کروایا۔ اس کتاب کی احادیث کو شیخ طالب بن محمود نے فقہی ابواب کی ترتیب پر حسن ترتیب کے ساتھ یکجا کیا، اب یہ کتاب "الدليل في ترتيب أحاديث وآثار إرواء الغليل" کے نام سے "دار الأقصى" کویت سے طبع ہے۔

(٢) نيل المآرب بشرح دليل الطالب

شیخ عبدالقادر بن عمر شیبانی رحمہ اللہ نے "دليل الطالب" کے مسائل کو نظم کی صورت میں لکھا ہے۔

(٣) فوائد من شرح منار السبيل

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن بن جبرین رحمہ اللہ

(٤) المعتمد في فقه الإمام أحمد

یہ شیخ عبدالحمید بلطہ اور شیخ محمد وہبی سلیمان کی تالیف ہے، اس میں "نيل المآرب" اور "منار السبيل" سے مسائل کی تشریح ذکر کی ہے اور "إرواء الغليل" سے احادیث و آثار کی تخریج نقل کی ہے، یہ شرح دو جلدوں میں "دار الخير" بیروت سے طبع ہے۔

(٥) الواضح في فقه الإمام أحمد

یہ ڈاکٹر علی ابوالخیر کی تالیف ہے۔

(٦) مسلك الراغب شرح دليل الطالب

یہ شیخ صالح بہوتی کی تالیف ہے، جواب تک مخطوطہ کی صورت میں ہے۔

(٧) تيسير المطالب نظم دليل الطالب

یہ شیخ عبدالقادر قصاب رحمہ اللہ کی تالیف ہے، مصنف نے "دليل الطالب" کے مسائل کو نظم کی صورت میں لکھا ہے، اس میں کل (۱۴۷۶) اشعار ہیں۔

٨...... الذهب المنجلي في فقه الحنبلي

یہ شیخ موسیٰ بن محمد شحادہ کی تالیف ہے، مصنف نے "دليل الطالب" کے مسائل کو نظم کی صورت میں ذکر کیا ہے۔